www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

نمبر شمار	مضمون		صفحہ
1	تقریظ	الشیخ محمود احمد حسن	7
2	پیش لفظ	الشیخ عبدالعظیم حسن زئی	9
3	مقدمہ (اول)	الشیخ محمد حسین میمن	12
4	تاثرات	الشیخ عبدالحنان سامرودی	16
5	تاثرات	الشیخ عبدالوکیل ناصر	17
6	تاثرات	الشیخ محمد یوسف کشمیری	18
7	تاثرات	الشیخ عبدالحق	19
8	تاثرات	الشیخ مفتی عبداللطیف ارشد	20
9	تاثرات	الشیخ محمد ابراہیم طارق	21
10	تاثرات	الشیخ خلیل الرحمٰن لکھوی	22
11	تاثرات	الشیخ ضیاء الحق بھٹی	23
12	تاثرات	الشیخ ابراہیم بھٹی	24
13	تمہید	الشیخ محمد حسین میمن	25
14	مقدمہ (دوم)	الشیخ محمد حسین میمن	27
15	حدیث کو قرآن پر پیش کرنے کے متعلق روایت اور اسکی تحقیق		31
16	نبی ﷺ کا ایک انسان کو شیطان کہنے پر اعتراض اور اس کا ازالہ		32
17	کثرت ازواج والی حدیث پر اعتراض اور اس کا ازالہ		33
18	نبی اکرم ﷺ کا ایک رات میں تمام بیویوں کے پاس جانے پر اعتراض اور اسکا جواب! اور (ایک غیر مسلم کا خراج تحسین)		35
19	ایک موضوع روایت کی تحقیق اور ڈاکٹر شبیر کی خیانت کا انکشاف		36
20	ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی مثال پر اعتراض اور اس کا جواب		37
21	احیاء العلوم کے حوالے سے ایک من گھڑت روایت کو پیش کر کے اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش اور اس کا ازالہ		38

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
22	نبی اکرم ﷺ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے غسل پر اعتراض اور اس کا ازالہ	40
23	کنواری سے نکاح پر ترغیب دلانے پر اعتراض اور اس کا ازالہ	43
24	(حدیث رسول ﷺ) میرے بعد لوگوں پر عورتوں سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں پر اعتراض اور اس کا ازالہ	45
25	نبی کریم ﷺ کا اونٹنی کا پیشاب پلوانا اور جدید میڈیکل سائنس	47
26	ایک ضعیف روایت کی تحقیق	49
27	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت پر سنگین الزام اور اس کا ازالہ	51
28	خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کا اپنے تئیں نبی اکرم ﷺ پر پیش کرنے پر اعتراض اور اسکا ازالہ	54
29	نبی اکرم ﷺ کے محاورے سے غلط استدلال اور اس کا ازالہ	56
30	ایک ضعیف روایت سے صحیح احادیث کو طعن کرنے کی ناکام کوشش	59
31	بوقت نکاح عمر عائشہ رضی اللہ عنہا پر اعتراض اور اس کا جواب	60
32	نبی اکرم ﷺ کا ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے پر اعتراض اور اس کا جواب	64
33	حدیث رسول ﷺ عورت پسلی کی مانند ٹیڑھی ہے پر اعتراض اور اس کا جواب	66
34	سلیمان علیہ السلام کا اپنی 100 بیویوں سے ایک رات میں مباشرت کرنے پر اعتراض اور اسکا ازالہ	69
35	نبی اکرم ﷺ کا اپنے اوپر شہد حرام کرنا اور اس کی وضاحت	70
36	نبی اکرم ﷺ کا ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو مغفرت کی ترغیب دلانے پر اعتراض اور اس کا جواب	73
37	دو حدیثوں میں بظاہر تعارض اور ان میں تطبیق!	77
38	حدیث رسول ﷺ تین چیزوں میں نحوست (omenesness) پر اعتراض اور اس کا جواب	79
39	ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی توہین اور اس کا جواب	80

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
40	سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا زنادقہ کو سزا دینے پر اعتراض	82
41	کیا نبی کریم ﷺ غلام فروخت کرتے تھے؟ ایک شبہ اور اس کا ازالہ	86
42	عزل کے بارے میں شبہ اور اس کا ازالہ	87
43	زیادہ بچے جننے والی عورت سے شادی کرنا	89
44	جہنم میں عورتوں کی کثرت پر اعتراض اور اس کا مدلل جواب	90
45	ایک حدیث کا غلط مفہوم اور اس کا ازالہ	91
46	نبی کریم ﷺ کا غصہ اور ڈاکٹر شبیر کا بے جا اعتراض	92
47	حدیث سے غلط استدلال اور اس کا صحیح مفہوم	93
48	بچے میں والدین کی شباہت ہونا	96
49	ڈاکٹر شبیر کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مغالطہ اور اس کا درست جواب	97
50	سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا آپ ﷺ کو قضائے حاجت کرتے وقت دیکھنے پر اعتراض	98
51	نبی کریم ﷺ کا پیالہ میں کلّی کرنا اور ڈاکٹر شبیر کا بے جا اعتراض	99
52	نبی کریم ﷺ کا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا اور اس پر بے جا اعتراض	100
53	ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا غسل اور ڈاکٹر شبیر کی غلط فہمی اور اس کا ازالہ	101
54	حالت حیض میں مباشرت اور اس کا صحیح مفہوم	103
55	روزے کی حالت میں مباشرت ڈاکٹر شبیر کی کم علمی	106
56	دوران اذان میں شیطان کا گوز مارنا اور ڈاکٹر شبیر کی غلط فہمی	106
57	بندروں پر شرعی حدود کا نفاذ کیوں اور کیسے	107
58	شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے سورج کا طلوع ہونا اور ڈاکٹر شبیر کی قلت فہم	108
59	توہین رسول کا شاخسانہ اور اس کا جواب صحیح حدیث کی روشنی میں	110

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
60	نبی کریم ﷺ پر بہتان اور ڈاکٹر شبیر کی خیانت	112
61	سورۃ البقرۃ کی آیت:219 کی وضاحت	115
62	ڈاکٹر شبیر کا تاریخ کے حوالے سے جھوٹی روایت کا نقل کرنا	117
63	جانور کا ناقص الاعضا ہونا اور ڈاکٹر شبیر کی کم علمی	120
64	ڈاکٹر شبیر اور تقدیر	133
65	ڈاکٹر شبیر کا ایک عجیب و غریب دعویٰ، جدید ماہرین حیوانات سے جدا راہ	133
66	دین میں اجرت لینا اور ڈاکٹر شبیر کی کم علمی	134
67	بالآخر ڈاکٹر شبیر نے اپنی صحابہ دشمنی دکھا ہی دی	135
68	ڈاکٹر شبیر کی جہالت اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تحقیق	137
69	جنت میں مردوں کی اصل طاقت اور ڈاکٹر شبیر کی جہالت	140
70	منسوخ آیت اور ڈاکٹر شبیر کی علوم اعلیٰ میں غفلت	141
71	نبی کریم ﷺ کا بھول جانا اور ڈاکٹر شبیر کا اعتراض	142
72	ام ولد پر الزام کی تحقیق	143
73	احادیث سے رجوع کرنے والے افراد	147
74	مصادر و مراجع	151

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

تقریظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم !أما بعد

اسلام اللہ تعالیٰ کا پیارا اور پسندیدہ دین ہے اور اس دین سے انسانوں کو برگشتہ کرنے کی سازشیں کوئی نئی نہیں ہیں یہ تو عہد نبوت سے ہی شروع ہوگئی تھیں اور ان سازشوں میں پیش پیش اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ تھے جنکے بارے میں قرآن نے فرمایا:

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّن ذٰلِكَ مَثُوبَةً عِندَ اللّٰهِ ط مَن لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ ط أُولٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّأَضَلُّ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ o

(سورۃ المآئدۃ ،آیت:٦٠)

"کہو کیا میں بتاؤں تم کو کہ کون زیادہ برے ہیں ان سے بھی انجام کے لحاظ سے اللہ کے نزدیک۔ وہ جن پر لعنت کی اللہ نے اور غضب ٹوٹا (اس کا) ان پر اور بنا دیا ان میں سے بعض کو بندر اور سور جنوں نے بندگی کی طاغوت کی یہی لوگ بدتر ہیں درجہ میں"

ان ہی لوگوں نے عہد نبوت میں اسلام اور کفر کے بین بین ایک عقیدۂ نفاق وضع کیا جو "مُذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ" کی تصویر تھے۔ ان باطل اہل کتاب نے نبی ﷺ کے فیصلے کو بھی ماننے کے لئے یہ شرط لگائی" إِنْ أُوتِيتُمْ هٰذَا فَخُذُوهُ وَإِن لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا ط

(سورۃ المآئدۃ ،آیت:٤١)

اسی طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہود کی سازش کو ان کے الفاظ میں بے نقاب کیا:

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوا بِالَّذِي أُنزِلَ عَلَى الَّذِينَ اٰمَنُوا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوا اٰخِرَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ o (سورۃ ال عمران ،آیت ٧٢)

"یہ لوگوں کو یہ کہہ کر نبی ﷺ کی محفل میں بھیجتے تھے کہ اس نبی پر اترنے والی شریعت پر صبح کو ایمان لے آؤ اور شام کو انکاری ہو جاؤ"

یہود چونکہ اہل کتاب تھے اور ان کا خیال تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کے بعد جب مرتد ہو جائیں گے تو لوگ سوچیں گے کہ واقعی اگر یہ دین سچا ہوتا تو یہ یہود اس سے کیوں نکلتے؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان

کا بھانڈا بیچ چوراہے میں ہی پھوڑ دیا۔

جس قوم نے اپنے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا ہو کہ:

" فَاذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ إِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُونَ" (سورۃ المآئدۃ آیت ٢٤)

"(اے موسیٰ) تم اور تمھارا رب جا کر دونوں ہی لڑو ہم یہیں بیٹھے ہوئے ہیں"

اسی طرح سیدنا عیسیٰ علیه السلام کے حواریوں نے یه محل لیه کردیا.

"يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَن يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ"

(سورہ المائدہ،آیت ١١٢)

"اے عیسیٰ ابن مریم! کیا آپ کا رب ایسا کرسکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے ایک دستر خوان نازل کرے"

اب بھلا اس قوم سے خیر کی کیا توقع کی جاسکتی ہے۔ کتاب "اسلام کے مجرم" ایسے ہی ابلیسانِ مغرب کی تخلیق ہے جس کا کامیاب جواب ہمارے دوست محمد حسین صاحب (حفظہ اللہ) نے "اسلام کے مجرم کون؟" کے نام سے دیا ہے اور ہر ہر اعتراض کا کافی وشافی رد کیا ہے اگر چہ اس پر مزید بہت کچھ کہنے اور لکھنے کی گنجائش ہے اس لئے کہ قرآن وحدیث کا علم ایک سمندر ہے لیکن "فلله الحجة البالغة" کے مصداق "فالذین کفروا حجتهم داحضة عندربهم" کے جواب کے لئے "فیه کفایة لمن له درایة" ہے "والله الموفق وهو الهادی إلی سواء السبیل وصلی الله علی النبی محمد وآله وصحبه أجمعین"

محمود احمد حسن

(شیخ الحدیث جامع ستاریہ اسلامیہ)

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

حق وباطل کی کشمکش ازل سے ہے اور ابد تک رہے گی۔ان کا باہمی ٹکراؤ ہر دور میں ہوتا رہے گا۔اس ٹکراؤ کے بعد ہی واضح ہوتا ہے کہ حق کیا ہے اور باطل کسے کہا جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہر نبی کے دور میں اس کا مقابلہ یا مخالفت کرنے والا کوئی نہ کوئی فرد یا افراد ہوتے تھے مگر آخر کار فتح حق کی ہوتی ہے اور شکست باطل کا مقدر ٹھرتی ہے۔اس لئے کہ اللہ کا قانون ہے کہ

''بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ

(سورۃ الانبیآء، آیت۱۸)

''بلکہ ہم حق کو باطل سے ٹکراتے ہیں تو وہ (حق) باطل کا سر کچل دیتا ہے پس باطل مٹنے والا ہے اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو وہ تمھارے لئے تباہی ہے''

آیت میں ''نَقْذِفُ'' مضارع کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں کہ یہ ٹکراؤ جاری ہے اور جاری رہے گا۔انبیاء کے مخالفین ہمیشہ عذاب الٰہی کا شکار ہوتے تھے اور انبیاء کو اللہ تعالیٰ کامیابی عطا کرتا تھا۔سلسلہ انبیاء منقطع ہونے کے بعد یہ معرکہ اب علمائے حق اور علمبرداران باطل کے درمیان جاری ہے حق تو ہمیشہ سے ایک ہی طرح کا رہا ہے یعنی اللہ کی طرف سے آنے والی وحی کی صورت میں جواب ہمارے پاس قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ کی صورت میں موجود ہے جبکہ باطل نے ہر دور میں شکل وصورت تبدیل کی ہے مگر باطل جس شکل میں سامنے آیا حاملین حق نے اس کا ہر میدان میں مقابلہ کیا اسلام کے خلاف سازشوں کا آغاز اس وقت ہوگیا تھا جب اس میں فرقے بننے شروع ہوئے تھے۔ جو لوگ اسلام اور مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے انھوں نے اس کے خلاف خفیہ سازشیں کیں یا بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھے رکھا مگر باطن سے اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنی شروع کیں۔ سب سے پہلے اس دین کو علوی، عباسی، فاطمی، رافضی (موجودہ شیعہ)، خوارج وغیرہم مذاہب اور

وسیاسی گروہوں میں تقسیم کیا گیا اس کے بعد حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی بنے، اور تصوف کے فرقے چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ وغیرہ وجود میں آئے۔ پھر برصغیر میں مزید فرقے مثلاً قادیانی، چکڑالوی، پرویزی، ذکری فکری وغیرہ پیدا ہوئے۔ جیسے جیسے فرقے پیدا ہوتے رہے اس کے ساتھ ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے علماء بھی میدان میں آتے رہے۔فتنہ قادیان اور فرقہ اہل قرآن کے مقابلہ کے لئے ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ آئے برصغیر میں فتنہ انکار حدیث جس کا آغاز سر سید احمد خان سے ہوا اور پھر عبداللہ چکڑالوی، اسلم جیراج پوری، غلام احمد پرویز، ڈاکٹر عبدالودود اور عبداللہ خطیب وغیرہ نے اس کو پروان چڑھایا۔خاص کر ایوب خان کے دور میں غلام احمد پرویز کے دروس جب ریڈیو پاکستان سے نشر ہونے لگے تو اس فتنہ کو مزید فروغ حاصل ہوا۔خصوصاً جدید تعلیم یافتہ طبقہ جو علمِ دین سے جان چھڑانا چاہتا تھا وہ پرویز کی تصانیف سے بہت متاثر ہوا۔ان متاثرین میں ایک مشہور نام ڈاکٹر شبیر احمد آف فلوریڈا کا ہے جو ایک عرصے تک پاکستان کے اخبارات میں کالم لکھتے رہے اور اپنے کالموں کے مجموعہ دستک ـ 1 ـ میں لکھتے ہیں کہ جب میری تحریر میں غلام احمد پرویز کا رنگ جھلکنے لگا تو مجھ پر پابندی لگا دی گئی۔اخبار نوائے وقت کے ہفتہ وار فیملی میگزین میں کالم لکھتے رہے اور اس میں زیادہ تر کوشش یہ ہوتی تھی کہ غلام احمد پرویز کے افکار عام کر دیئے جائیں۔ان کی اکثر تحریروں میں سب سے زیادہ اعتراضات احادیث رسول اللہ ﷺ پر ہوتے ہیں اس لئے کہ یہ لوگ پرویز کا مشن ہی آگے بڑھا رہے ہیں۔ باطل کے ان علمبرداروں کا مقابلہ کرنے کے لئے آج بھی ثناء اللہ امرتسری کے نقش قدم پر چلنے والے اہلحدیث علماء اس مشن کو بحسن وخوبی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ان مخلص اور محبت حدیث سے سرشار علماء میں ایک نام جناب محمد حسین میمن (حفظہ اللہ) کا ہے جنھوں نے دفاع حدیث فاؤنڈیشن کی بنیاد رکھنے کے بعد سے اس میدان میں تبلیغی طور پر نمایاں کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ان کے علمی اور مدلّل دروس سے سامعین کو دلی تسلی وتشفی ہوتی ہے اور کافی حد تک لوگوں کے ذہنوں میں پیدا کئے گئے شبہات کا ازالہ ہوتا جا رہا ہے۔ پیش نظر کتاب ''اسلام کے مجرم کون؟'' محمد حسین میمن (حفظہ اللہ) کی تصنیفی صلاحیتوں کا مظہر ہے جس میں مصنف نے ڈاکٹر شبیر احمد کی کتاب ''اسلام کے

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

مجرم‘‘ میں احادیث پر اعتراضات کے جوابات مدلّل انداز سے دیئے ہیں۔ محمد حسین میمن نے دفاع حدیث کے لئے جس مشن کا آغاز کیا ہے اور جو تا حال کامیابی سے جاری ہے اس میں ان کا ساتھ دیا جانا چاہئے خصوصاً اہل مدارس کو ان کی صلاحیتوں سے استفادہ کرنا چاہئے۔ اللہ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو مصنف، ناشر اور معاونین کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے اور حدیث رسول اللہ ﷺ کے دفاع کے لئے اسکو اہم ذریعہ بنائے۔ (آمین)

عبدالعظیم حسن زئی
(استاد۔جامعہ ستاریہ اسلامیہ گلشن اقبال۔کراچی)
(معاون مدیر۔صحیفہ اہلحدیث کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

اسلام کے مجرم کون؟

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام علٰى سيدالأنبياء والمرسلين وعلٰى آله وأصحابه وأزواجه وذريته أجمعين.

أما بعد!

دین اسلام نے اپنے ماننے والوں کو سب سے پہلے یہ تاکید فرمائی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہر بات پر سر تسلیم خم کیا جائے اور اپنے نظریات اور افکار کو شریعت (وحی) کے تابع کر دیا جائے۔ اگر ہم ان گمراہ فرقوں کا تجزیہ کریں تو معلوم ہوگا کہ سب سے پہلے ان گمراہ فرقوں نے اپنے اپنے نظریئے قائم کئے اور ان نظریوں پر محنت کی گئی جو صریح طور پر اسلام کے خلاف ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے ان مقاصد میں جو گمراہی کا سب سے بڑا پہلو تھا وہ ہے ’’اسلام کو اپنی عقل پر پرکھنا اور اپنے نظریئے کے مطابق بنانا‘‘۔ جب بھی انسان شریعت کو اپنی عقل کے تابع کرنے کی کوشش کرے گا یقیناً وہ گمراہ ہو جائے گا۔ کیونکہ انسانی عقل محدود ہے اور شریعت لامحدود۔ محدود میں لامحدود سما جائے یہ ناممکن ہے۔ دین اسلام کو عقل پر پرکھنا ہی گمراہی کا سب سے بڑا دروازہ ہے جس میں آدمی داخل ہونے کے بعد اپنے خالق و مالک کا انکار کر دیتا ہے۔ لازمی سی بات ہے کہ جب وہ اپنی ناقص عقل سے رب تعالیٰ کی باتوں کو پرکھے گا گمراہ تو ہونا ہی ہے مثلاً ابلیس ہی کو دیکھیں اس نے بھی اللہ کے حکم کو صرف اور صرف اپنی عقلِ نارسا کی وجہ سے ٹھکرایا۔ جب ابلیس کو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سجدے کا حکم دیا تو بجائے اس کے کہ وہ اللہ کے حکم پر اپنے آپ کو پیش کر دیتا، اس نے اپنی عقل کو استعمال کرتے ہوئے کہا کہ

’’ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَّخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ‘‘ (الاعراف آیت:12)

’’میں اس آدم سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے‘‘

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

یعنی میں آدم سے بہتر ہوں کیونکہ مٹی تو حقیر ہے پیروں میں آتی ہے اور آگ اس سے افضل ہے کیونکہ آگ کا دھواں آسمانوں کی طرف بلند ہوتا ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے اگر ہم مٹی کے فوائد کا تجزیہ کریں تو اس میں آگ کی بنسبت کئی گناہ زیادہ فوائد ملیں گے اور ابلیس کا یہ قیاس بھی باطل ہوا جو اس نے اللہ کے حکم کے خلاف استعمال کیا اسی وجہ سے اہل علم کا کہنا ہے کہ

"أول من قاس فی مقابلة النص إبليس"

"پہلا شخص جس نے نص کے مقابلے میں قیاس کیا وہ ابلیس ہے"

اسی طرح چارلس ڈارون پہلا مغربی مفکر ہے جس نے انسان کی تخلیق کے مسئلے میں نظریہ ارتقاء (جو ایک دھوکا ہے) پیش کیا وہ کہتا تھا کہ آج سے دو ارب سال پیشتر سمندر کے ساحل کے قریب پایاب پانی کی سطح پر کائی نمودار ہوئی پھر اس کائی کے کسی ایک ذرے میں کسی نہ کسی طرح حرکت پیدا ہوئی۔ یہی اس دنیا میں زندگی کی پہلی نمود تھی۔ اس جرثومہ سے بعد میں نباتات اور مختلف شکلیں وجود میں آئیں۔ پھر حیوانات وجود میں آئے اور بالآخر بندر کی نسل سے انسان پیدا ہوئے۔ اندازہ کریں ڈارون اپنی عقلِ نارسا سے جو خلاف شریعت تھی اندھے کنویں میں جا گرا اور یہ گمراہ کن نظریہ اس کو اس طرف لے گیا کہ اس نے اپنے خالق و مالک کا بھی انکار کر دیا۔ اس انکار کی وجہ کیا تھی؟

صرف یہ کہ شریعت کے مقابلے میں اپنی عقل کو غلط استعمال کرنا یقیناً یہی سب سے بڑی حماقت ہے۔ قرآن کریم اس عقل کو جو وحی کی روشنی سے فائدہ نہیں اٹھاتی حیوانی سطح کی عقل سے بھی فروتر قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"إِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِندَ اللّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لاَ يَعْقِلُونَ"

"یقیناً بدترین جانور اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو بہرے ہیں گونگے ہیں جو عقل نہیں رکھتے (عقل سے بالکل ہی پیدل ہیں) اور ذرا بھی سمجھ بوجھ نہیں رکھتے۔"

(سورۃ الانفال آیت:22)

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

"وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيراً مِّنَ الْجِنِّ وَالإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لاَّ يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لاَّ يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لاَّ يَسْمَعُونَ بِهَا أُوْلَـئِكَ كَالأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُوْلَـئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ"

"اور ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں۔ ان کے دل ہیں لیکن ان سے سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں لیکن ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں پر ان سے سنتے نہیں، یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی بدتر (اور گمراہ) ہیں یہی لوگ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں" (سورۃ الاعراف، آیت: 179)

آیت مبارکہ میں ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دل بھی ہیں آنکھیں بھی ہیں کان بھی ہیں، یعنی ہر طرح کی صلاحیت موجود ہے لیکن اس کے باوجود جانوروں سے بدتر ہیں۔ کیونکہ وہ عقل وشعور رکھنے کے باوجود بھی وحی کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ لہٰذا یہ عقل اور شعور سب بے کار ہے۔

قارئین کرام! یقیناً اللہ تعالیٰ عقل استعمال کرنے کا حکم قرآن کریم میں کئی مقامات پر دیتا ہے لیکن کس موڑ پر؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب خود قرآن کریم میں موجود ہے کہ عقل کے ذریعہ سے اس بات پر غور کرے کہ سورج اور ستارے وغیرہ کیسے روشن ہیں؟ زمین اور آسمانوں کا بنانے والا کون ہے؟ آسمان بغیر ستون کے کیونکر قائم ہے؟ اور اس غور وفکر کے نتیجے میں وہ بے اختیار پکار اٹھے: "رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذا بَاطِلاً" (اے ہمارے رب! تو نے یہ سب بے فائدہ نہیں بنایا) اس طرح اس خالق حقیقی کی رہنمائی ہوگی کہ وہ رب کا اقرار کرلے اور اسے اپنا خالق و مالک مان لے اور اس کی ہر بات کو تسلیم کرے خواہ وہ ماورائے عقل ہو، یعنی اپنی عقل کو شریعت کے تابع کر دے۔

اس بات کو سمجھنے کے لئے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ہمارے لئے ان شاء اللہ کافی اور شافی ہو جائے گا۔

جب ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ آپ مردوں کو کیسے زندہ کرینگے؟ جواب دیا جاتا ہے کہ

"قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِن" (سورۃ البقرہ آیت: ٦٠)

"کیا آپ ایمان نہیں لائے"

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

"قَالَ بَلَى وَلَـكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي" ط

"کیوں نہیں (میں یقیناً ایمان لا چکا ہوں البتہ) دل کے مزید اطمینان کے لئے (میں یہ منظر دیکھنا چاہتا ہوں)"

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

غور طلب بات ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے تقاضا کیا کہ مجھے بتایا جائے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح مردوں کو زندہ کرے گا تو جواب میں اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرمایا کہ آپ کے پاس عقل نہیں ہے۔ بلکہ فرمایا کہ کیا آپ ایمان نہیں لائے؟ یعنی جب انسان ایمان لے آئے تو پھر وہاں عقل کا کیا کام؟

ایمان لانے کے بعد عقل کو شریعت کے تابع کرنا پڑتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام چونکہ اللہ کے نبی اور برگزیدہ بندے تھے اس لئے جواب میں فرماتے ہیں: اے اللہ! ایمان تو لا چکا ہوں لیکن دل کا اطمینان چاہتا ہوں۔

غور طلب بات ہے اس آیت مبارکہ میں بھی عقل پر وحی کو فوقیت دی گئی ہے یعنی ایمان لانے کے بعد ہمیں اپنی عقل کو وحی کے تابع بنانا ہوگا اور اسی صورت میں ہم صحیح معنی میں مسلم بن سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں قرآن وصحیح حدیث پر کلی طور ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائے، تاکہ ہم مکمل وحی (قرآن وصحیح حدیث) کے پابند ہو جائیں۔ آمین

محمد حسین میمن (خادم حدیث)

(چیئرمین تحفظ حدیث فاؤنڈیشن پاکستان)

فضیلۃ الشیخ محترم

عبدالحنان سامرودی حفظہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاثرات

قرآن مجید اور احادیث نبویہ صلوات اللہ علیٰ صاحبہا والتسلیم دین کے مآخذ ومصادر ہیں اور یہ دونوں وحی الٰہی ہیں ان میں کوئی اختلاف یا باہمی تضاد نہیں۔ اور اس کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں کہ جس چیز کا ذکر قرآن مجید میں مجمل ہوا ہو اور مفصل مذکور نہ ہو اور اس کی تفصیل احادیث میں ہو تو وہ دین نہیں۔ بلکہ کامل دین تو قرآن مجید اور سنت رسول اللہ ﷺ کو ایک ساتھ رکھنے سے ہی سمجھ میں آئے گا۔ ورنہ حدیث کے بغیر تو بنیادی عبادات بھی صرف قرآن مجید سے واضح نہیں ہوتیں۔

انکار حدیث اور قرآن وحدیث کو باہم متصادم کرا کے غیروں نے دین مبین کو مٹانے ومسخ کرنے کی ناپاک حرکتیں شروع کی تھیں۔ اب وہی کام اپنوں کے لبادہ میں ڈاکٹر شبیر احمد اور ان کے پیش رو سر سید احمد خان، عبداللہ چکڑالوی اور غلام احمد پرویز جیسے ان کے نمائندے سرانجام دینے لگے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس لئے ایسے فرعونوں کے لئے ہر دور میں اللہ کوئی موسیٰ پیدا فرما دیتا ہے۔ ''اسلام کے مجرم'' کے جواب میں شیخ محمد حسین حفظہ اللہ خادم تحفظ حدیث فاؤنڈیشن نے ''اسلام کے مجرم کون؟'' لکھ کر نہ صرف دندان شکن جواب تحریر کیا بلکہ ان کے چیلوں سے کامیاب مناظرے بھی کئے اور الحمد للہ بہترین انداز میں مدلّل دفاع حدیث کا حق ادا کر رہے ہیں۔

جزاہ اللہ عنا وعن جمیع المسلمین

آمین ۱۴۲۸/۱۱/۱۸

عبدالحنان سامرودی

(شیخ الحدیث وصدر مدرسہ جامعہ دارالحدیث رحمانیہ کراچی)

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

فضیلۃ الشیخ محترم

عبدالوکیل ناصر حفظہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاثرات

دین اسلام کے دو ماخذ ہیں ایک ''الکتاب''یعنی قرآن مجید اور دوسرا ''الحکمہ''یعنی حدیث رسول علیہ الصلاۃ والسلام۔اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے وَأَنزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) پر کتاب وحکمت نازل کی ہے۔یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ یہ دونوں چیزیں منزل من اللہ ہیں اور منزل من اللہ کی اتباع ہر عقیدہ وعمل میں فرض ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ...الآیہ.

یہ بات اس بات کی صراحت کرتی ہے کہ حدیث وسنت بھی منزل من اللہ ہیں لہٰذا حجت ہیں اور اس کا انکار کفر قرار پائے گا جس طرح کہ قرآنی آیت کا انکار کفر ہے۔

دشمنان حدیث جو حقیقتاً دشمنان رسول (ﷺ) ہیں بڑے ہی عجیب لوگ ہیں کہ ماننے پر آئیں تو ایک بات اپنی طرف سے گھڑ کر حدیث رسول بنا ڈالیں اور نہ مانیں تو صحیح حدیث رسول کو بھی رد کردیں۔

کچھ اسی طرح کی حرکت ڈاکٹر شبیر علیہ ما علیہ نے کی ہے۔اپنی کتاب میں ابتداً جھوٹی روایت بھی لکھی جو قرآن کے بھی خلاف ہے اور حدیث رسول (ﷺ) پر وہی گھسے پٹے اعتراض کئے ہیں جو گاہے بگاہے گماشتہ یہود وہنود کرتے رہتے ہیں۔اللہ جزائے خیر دے محمد حسین میمن (حفظہ اللہ) کو کہ انھوں نے اس منکر حدیث کے بے وزن اعتراضات کے وزنی جوابات تحریر کئے ہیں اور اسے کتابی شکل میں بنام ''اسلام کے مجرم کون؟''پیش کیا۔تحریر ہٰذا ٹھوس دلائل پر مبنی ہے فجزاہ اللہ خیراً فأحسن الجزاء ہر شیدائی سنت کو اس کتاب سے فیض اٹھانا چاہیئے۔

ولا أزکی علی اللہ أحداً

کتبہ عبدالوکیل ناصر عفی عنہ 22-2-2008

فضیلۃ الشیخ محترم

محمد یوسف کاشمیری حفظہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاثرات

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ وبعد.

دشمنان اسلام نے جہاں ظاہری طور پر اسلام اور عالم اسلام پر حملہ کیا وہاں وہ خفیہ حملے بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔جس میں مسلمان معاشرے میں اپنی تہذیب وثقافت کی یلغار،بے حیائی،فحاشی،عریانی کا سیلاب اور خصوصاً زر خرید غلاموں کے ذریعے سے اسلام کو بدنام کرنا،بے جا اعتراضات اور نت نئے شکوک وشبہات شامل ہیں۔

اس ضمن میں حال ہی میں ایک کتاب ''اسلام کے مجرم'' کے نام سے شائع ہوئی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کی مسلّمہ احادیث پر قدغن لگانے کی ناکام کوشش کی گئی ہے۔جس کا مسکت جواب جناب محمد حسین میمن صاحب چیئرمین تحفظ حدیث فاؤنڈیشن نے دیا ہے جو کہ مختصر اور مدلل ہے۔

اللہ تعالیٰ مصنف حفظہ اللہ کی کوششوں کو قبول فرمائے اور آئندہ بھی احادیث رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

مفتی محمد یوسف کشمیری

(مدیر جامعۃ الدراسات الاسلامیۃ)

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

فضیلۃ الشیخ محترم

عبدالحق حفظہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاثرات

إن الحمدللّٰہ والصلاۃ والسلام علٰی رسول اللہ وبعد.

فہم قرآن میں جس شخص یا فرقہ نے بھی اپنی عقل کو پیمانہ معیار سمجھا وہی گمراہ ہوا جیسے قدریہ، جہمیہ، معطلہ اور مرجیہ وغیرہ اور جس نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے ذریعہ سے قرآن کو سمجھنے کی کوشش کی وہ اللہ کی توفیق سے حق پر رہا اور خطاء وتزلزل سے اللہ اسے بچاتا رہا۔ کتاب ہذا میں بھی اسی گمراہی کی علمی طرز پر تردید کی گئی ہے۔ نہایت ہی سادہ لفظوں میں سنجیدہ ونرم لہجے میں گرم ومضبوط دلائل کے ساتھ اسلامی لبادہ میں ملبوس کفر کو بے لباس کر کے اس کی حقیقت کو صرف خواص الناس نہیں بلکہ عوام الناس کے سامنے واضح کیا گیا ہے۔ کتاب کو پڑھ کر علمی استفادہ کیا۔

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو اس خوفناک فتنہ سے محفوظ فرمائے صاحب کتاب کو اس کوشش وکاوش پر اجر عظیم عطا فرمائے۔

آمین: یا رب العالمین وصلی اللہ علی النبی الکریم ﷺ

وکتبہ عبدالحق ندیم حفظہ اللہ

(مدیر معہد الشیخ بدیع الاسلامی)

فضیلۃ الشیخ محترم

مفتی عبداللطیف ارشد حفظہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاثرات

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علٰی رسول اللہ وبعد

روز ازل سے اہلیان حق اور علم برداران باطل کے درمیان یہ کشمکش رہی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد ہمیشہ اہلیان حق کے ساتھ رہی ہے۔

اسلام کے مجرم کون؟ بجواب اسلام کے مجرم اس سلسلہ کی کڑی ہے۔ کتاب ہذا برادر محترم محمد حسین میمن (حفظہ اللہ) کی تصنیف ہے جس میں انھوں نے منکرین حدیث کی تصنیف کردہ کتاب (اسلام کے مجرم) کا جواب مختصر مگر مدلل انداز میں دیا ہے۔ مصنف نے اس کتاب میں سادہ زبان اور دلکش انداز اپنایا ہے۔

فلہٰذا ۔تمام اہل اسلام سے درخواست ہے کہ وہ اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے دوست واحباب کو اس سے استفادہ کرنے کی تلقین کریں۔

اللہ ہمارے فاضل بھائی اور معاونین کو جزائے خیر دے۔ (آمین)

مفتی عبداللطیف ارشد حفظہ اللہ

(خطیب۔ مرکزی اسلامیہ جامع مسجد نیو کراچی نمبر۴)

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

فضیلۃ الشیخ محترم

محمد ابراہیم طارق حفظہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاثرات

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سیدالمرسلین

میں نے مولانا محمد حسین کی کتاب کو ایک نظر دیکھا ہے اور اس کے خاص خاص مقام کو غور سے پڑھا ہے یہ کتاب اسلامی فکر کے دفاع میں ایک اچھی کوشش ہے۔ بدقسمتی سے دور حاضر میں پاکستان میں ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا ہے جو عربی زبان سے نابلد ہے اور صرف اردو تراجم سمجھ کر اپنے آپ کو اسلام کا چیمپئن سمجھنے لگا ہے تو ان کی کم علمی کی وجہ سے آئے دن وہ نئی نئی باتیں گھڑ کر اسلام سے چسپاں کرتے رہتے ہیں جس سے اسلامی تعلیمات کی روح مجروح ہو رہی ہے ایسے میں اس طبقے کی اصل حقیقت کو کھولنا بہت ضروری ہے اور یہ کتاب اسی سلسلے کی کڑی ہے مجھے امید ہے اس کتاب سے تمام مسلمانوں کو فائدہ ہوگا میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا محمد حسین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی سعی قبول فرمائے۔

اخوکم محمد ابراہیم طارق

(مدرس جامعہ ابی بکر الاسلامیہ کراچی)

فضیلۃ الشیخ محترم

خلیل الرحمٰن لکھوی حفظہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاثرات

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ نبینا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین

وبعد !

کتاب ہٰذا بعنوان ''اسلام کے مجرم کون ؟'' ترتیب جناب محمد حسین میمن صاحب ،نظر ثانی جناب فضیلۃ الشیخ ابوعمر محمد یوسف افغانی صاحب کا ایک نظر مطالعہ کیا ہے۔ جو کہ شبیر احمد نامی صاحب کی کتاب کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ اس پرفتن دور میں خاص طور پر کراچی شہر میں حدیث رسول (ﷺ) کے خلاف متعدد افراد اور تحریکیں کام کر رہی ہیں۔ ان کا رد کرنا حدیث کا دفاع اور عوام وخواص تک صحیح بات پہنچانا ہم سب کا شرعی فریضہ ہے۔ مؤلف موصوف اس فن میں خاصا ذوق اور مہارت رکھتے ہیں۔ جیسا کہ کتاب ہٰذا کو دیکھنے سے محسوس ہوتا ہے۔ کتاب انتہائی مدلل اور مبرہن انداز میں میں لکھی گئی ہے۔ کتاب پر مزید محنت کی گنجائش باقی ہے دوبارہ اشاعت پر مزید کوشش کر لی جائے تو کتاب کی افادیت میں کئی گنا اضافہ ہو جائے گا۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جناب میمن صاحب کو مزید اخلاص، محنت، صلاحیت اور ہمت سے نوازے۔ اور یہ اعمال روز قیامت انکی حسنات کے پلڑے میں ڈال دے۔ (آمین)

شیخ خلیل الرحمان لکھوی حفظہ اللہ

(رئیس معہد القرآن کراچی)

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

فضیلۃ الشیخ محترم

ضیاء الحق بھٹی حفظہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاثرات

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم .أما بعد.

فتنہ قادیانیت کے بعد سب سے خطرناک فتنہ' فتنہ انکارِحدیث ہے' اور اس بات میں بھی کچھ شک نہیں کہ اس فتنہ کے مربی اور اسے پروان چڑھانے والے بھی وہی لوگ ہیں جنکا فتنہ قادیانیت کے پیچھے ہاتھ تھا بلکہ مکمل سرپرستی حاصل تھی۔ اہداف بھی ایک ہی ہیں شکلیں اور نام مختلف ہیں۔ مسیح موعود کے بارے میں مسلمانوں کے مسلمہ عقیدے کا انکار مہدی اور دجال سے متعلق ارشادات نبوی کا مذاق اڑانا اور مسلمانوں کا نظریہ رسالت اور اسکے امتیازات کو مسلمانوں کے دلوں سے نکال کر یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں اور دیگر غیر مسلموں کی صفوں میں شامل کرنا وغیرہ۔ فتنہ انکارِحدیث کے ذریعے نہ صرف یہ کہ بدعملی کے راستے ہموار کئے جارہے ہیں بلکہ لوگوں کے ذہنوں کو منتشر کرکے کسی اور بڑے فتنے کی راہ ہموار کی جارہی ہے۔ اہلیان مغرب کی تخلیق شدہ اس مذموم سوچ کے حامل شبیر احمد نامی شخص نے کتاب بعنوان 'اسلام کے مجرم' لکھ کر اسی مذموم سوچ کو عام کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس کا جواب ہمارے فاضل دوست جناب محمد حسین میمن حفظہ اللہ تعالیٰ نے بعنوان 'اسلام کے مجرم کون؟' بڑے ہی احسن انداز میں ترتیب دیا ہے۔ (جزاہ اللہ عنا جزاء الخیر) مدلل ہونے کے ساتھ ساتھ انداز بھی سہل ہے، البتہ آئندہ اشاعت میں مزید محنت کرلی جائے تو افادیت میں کئی گنا اضافہ ہوسکتا ہے۔

دعا ہے کہ اس کاوش کو اللہ تعالیٰ مصنف اور جملہ معاونین کے لئے اخروی نجات کا ذریعہ بنادے۔ آمین

ضیاء الحق بھٹی

خطیب جامع مسجد دارالسلام بفرزون و

مدرس معہد السّلفی للتعلیم والتربیہ

فضیلۃ الشیخ محترم

محمد ابراہیم بھٹی حفظہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاثرات

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلاۃ والسلام علیٰ سیدالمرسلین وبعد.

سابقہ شریعتوں کی طرح شریعت محمدیہ ﷺ میں بھی لفظی ومعنوی تحریف، تاویلات اور شیطانی تلبیات کے ذریعے قرآن وحدیث کی صداقت وحقانیت کو داغ دار کرنے کی کوششیں روز اول سے جاری ہیں۔ لیکن سابقہ ادوار کی طرح کہ جب نمرود نے سر نکالا تو اسکی سرکوبی کیلئے سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا۔ فرعون کی فرعونیت کو نیست ونابود کرنے کے لئے سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا انتخاب کیا گیا۔ بالکل اسی طرح اس امت میں بھی اسلامی لبادے میں ملبوس جب کسی فتنے نے جنم لیا تو اس کے قلع قمع کیلئے بالخصوص ورثت الانبیاء نے اپنا دینی فریضہ انجام دیا۔ جب خلیفہ ہارون رشید نے زندیق کے قتل کا حکم جاری کیا تو وہ زندیق کہنے لگا کہ میرے قتل کے بعد بھی امت اس دلدل سے نہیں نکل سکتی کیونکہ میں نے احادیث صحیحہ کے مجموعہ میں چار ہزار جھوٹی روایات کا اختلاط کردیا ہے۔ ہارون رشید نے جواباً کہا جس خطے میں تو نے یہ فتنہ پھیلایا ہے اس سرزمین پر اللہ تعالیٰ نے عبداللہ بن مبارکؒ اور ابوالرزاق الجوزجانیؒ جیسے محدثین کو پیدا فرمایا ہے جو جھوٹی روایات کے ایک ایک حرف کو وحی خفی سے نکال پھینکیں گے۔

میری فہم کے مطابق چونکہ فتنہ انکارِحدیث ایک کیچڑ ہے کہ جس کے اجزائے مرکبہ محض عمل، منطق اور فلسفہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمی قصور کا شکار طبقہ بڑے غیر محسوس طرز پر اس دلدل میں دھنس جاتا ہے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے ان افراد کی ناقص علمی اور کم فہمی پر ترس کھاتے ہوئے انہیں شیطانی شبھات وتلبیات سے انکی صلاحیتوں کی قدر کرتے ہوئے نجات دلائی جائے اور میں سمجھتا ہوں کہ کتاب ھذا اس مبارک تحریک کی نہایت نفیس ولطیف کڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ صاحب کتاب کی اس سعی جمیلہ وشرف قبولیت بخشے اور ہر خاص وعام کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق دے اور اس مبارک عمل کو ہر شریکِ عمل کیلئے صدقہ جاریہ بنادے۔ آمین یارب العلمین۔

وصلی اللہ علیٰ نبیہ الکریم وآلہ واصحابہ اجمعین

محمد ابراہیم بھٹی (مدیر المعہد السّلفی للتعلیم والتربیہ کراچی پاکستان)

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

یہ بات تو مسلّم ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شخصیت کا قرآن کریم سے ناقابل انقطاع تعلق ہے۔ قرآن کریم کو مکمل طور سے سمجھنا اور اس پر عمل کرنا آپ ﷺ کی رہنمائی کے بغیر ناممکن ہے۔ چنانچہ حدیث جو رسول اللہ ﷺ کے قول، فعل اور تقریر سے عبارت ہے قرآن کریم کے پہلو بہ پہلو ہدایت انسانی کا دوسرا اہم ترین سرچشمہ ہے۔ حدیث رسول اللہ ﷺ نہ صرف قرآن مجید کی علمی و عملی شرح وتفسیر ہے بلکہ قرآنی تعلیمات کی روشنی میں جو انقلاب اس دنیائے عالم میں بپا کیا گیا ہے۔ اس کی صحیح ترین عملی تشکیل بھی حدیث رسول اللہ ﷺ ہی پیش کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث رسول اللہ ﷺ دشمنان اسلام کی سازشوں کا مستقل محور رہی ہے۔ اور اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ہر قسم کے وسائل کو نہ صرف بروئے کار لایا گیا بلکہ جید علماء ومحدثین جن کی زندگیاں حدیث وسنت کی خدمت وحفاظت میں گزر گئیں ان کے اقوال ومقالات میں خیانت کر کے یا مختلف نوعیت کے مہمل سوالات کر کے من پسند جوابات حاصل کئے گئے اور ان کے ذریعہ عوام الناس کو گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ مثلاً ڈاکٹر شبیر نے اپنی تصنیف ''اسلام کے مجرم'' میں حافظ ابن قیم وامام ابن تیمیہ کی کتب کے حوالے دے کر نامعقول اقوال ان کی طرف منسوب کئے۔ بالکل یہی حال سماحۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کے فتویٰ کا بھی ہے۔

ہم اس فتویٰ سے اتفاق نہیں کرتے کہ جس کی نقل ڈاکٹر شبیر نے اپنی کتاب ''اسلام کے مجرم'' میں دی ہے۔ کیونکہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ تو حدیث رسول اللہ ﷺ کے سچے شیدائی تھے اور آپ کی پوری زندگی دین اسلام کی خدمت میں گزری بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ آپ نے قرآن وحدیث کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا ہوا تھا۔ چودہ (۱۴) جلدوں پر مشتمل ''فتح الباری شرح صحیح بخاری '' کی تصحیح، کئی جلدوں میں آپ کے فتاویٰ ومقالات اور سینکڑوں کتب اس دعویٰ کی بیّن دلیل ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ شیخ ابن باز صرف قرآن مجید کو تھامے رکھنے کی تلقین کریں اور حدیث رسول اللہ ﷺ کو کوئی شرعی اور قانونی حیثیت نہ دیں۔ بلکہ آپ تو

ایسے لوگوں کو ملحد اور یہود ونصاریٰ کے قبیل میں شمار کرتے تھے کہ جو دین اسلام کی تفہیم کے لئے صرف قرآن مجید کو کافی سمجھتے ہیں۔ ذیل میں ہم شیخ ابن باز کے اس مقالے سے کچھ اقتباسات نقل کئے دیتے ہیں کہ جو انھوں نے ''حجیت حدیث'' کے سلسلے میں ترتیب دیا تھا۔ تاکہ حق اور باطل کے درمیان فرق واضح ہوجائے۔

''وقال موفق الدين قدامة رحمه الله فی كتابه روضة الناظر فی بيان أصول الأحكام ،مانصه ! والأصل الثانی من الأدلة سنة رسول الله ﷺ ،وقول رسول الله ﷺ حجة ، لدلالة المعجز علىٰ صدقه، ولأمر الله بطاعته وتحذيره من مخالفة أمره انتهی المقصود وقال الحافظ ابن كثير رحمه الله فی تفسير قوله تعالىٰ:﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾أی :عن أمر رسول الله ﷺ ،وهو سبيله ومنها جه وطريقته،وسنته ،وشريعته،فتوزن الأقوال والأعمال بأقواله وأعماله،فما وافق ذلك قبل،وما خالفه فهو مردود علىٰ قائله وفاعله كائنا من كان ،كما ثبت فی الصحيحين وغيرهما عن رسول الله ﷺ واللفظ لمسلم أنه قال: ''من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد''أی :فليخش وليحذر من خالف شريعة الرسول ظاهراًوباطناً أن تصيبهم فتنة''أی فی قلوبهم من كفر أونفاق أوبدعة''أويصيبهم عذاب أليم''أی فی الدنيا بقتل أوحدأوجس أو نهو ذلك.

شیخ ابن باز رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں کہ: سیوطی رحمہ اللہ اپنے رسالہ (مفتاح الجنۃ فی الاحتجاج بالسنۃ) میں فرماتے ہیں:

''اعلموا رحمكم الله أن من أنكر أن كون حديث النبی ﷺ قولاًكان أوفعلاًبشرطه المعروف فی الأصول حجة ،كفر وخرج عن دائرة الأسلام ،وحشر مع اليهود والنصارىٰ''

''جان لو اللہ تم پر رحم کرے کہ جس شخص نے اللہ کے نبی ﷺ کی کسی قولی یا فعلی حدیث کا انکار کیا تو وہ کافر ہے اور وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہوگیا اور قیامت کے روز اس کو یہود ونصاریٰ کے ساتھ اٹھایا جائے گا''

(مجموع الفتاویٰ ومقالات، جلد۱، صفحہ۲۲۰)

(محمد حسین میمن) عفا اللہ عنہ

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ مؤلف(دوم)

مسلمانوں کو نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی سے جو گہری محبت اور آپ کی ذات سے جو تعلق ہے وہ تمام تر معاملات سے بڑھ کر ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور محدثین رحمہ اللہ کی جماعت نے جس انتھک محنت سے آپ ﷺ کی مبارک زندگی کے انمول ہیروں کو محفوظ فرمایا آج ہم اسے احادیث کا نام دیتے ہیں اس مبارک فن کی برکات سے کئی فنون وجود میں آئے جس کے ذریعے مسلم علماء ومفکرین نے علمی دنیا کو فکر اور جستجو کے لئے زاویوں پر لا کھڑا کر دیا۔نواب صدیق حسن خان القنوجی نے ''ابجد العلوم''، ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں اور حاجی خلیفہ نے ''کشف الظنون'' میں ایسے کئی علوم مترادف کرائے ہیں۔یہ تاریخ انسانیت کا پہلا کارنامہ ہے کہ کئی سینکڑوں سال گزر جانے کے باجود بھی نبی کریم ﷺ کی مبارک سیرت ہمارے سامنے اس طرح ہیں جیسا کہ آپ ﷺ خود ہمارے دور میں موجود ہوں مسلمان تمام دنیا میں ایک اولین قوم ہے جس نے اپنے نبی ﷺ کے تمام حالات زندگی کو محفوظ نہیں بلکہ اسے حفظ بھی کیا اور ایسے ضوابط جرح وتعدیل کے اصول مرتب کئے۔

نقد متن (TEXTUAL CRITICISM) تعدیل وتجریح رجل (SOUNDNESS OF THE NERRATERS) کے معیارات طے کئے جس کے ذریعے علم کی دنیا میں ہلچل مچ گئی یہ فنون بقول حافظ ابن الصلاح کے تقریباً 60 کے قریب ہیں اور ہر ایک ایک فن پر اصول اور ضوابط مقرر کئے گئے ہیں۔کیوں نہ ہو اس دین کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لی ہے اور وہ قیامت تک اپنے دین کی حفاظت کرے گا ہزاروں (CRITICISM) اسلام کے خلاف اٹھائے گئے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرتا ہے۔یہ دین اسلام اپنی اصلی حالت میں ہے اور رہے گا جیسے کہ نبی کریم ﷺ کے وقت میں تھا کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود اٹھایا ہے:

اِنَّ نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ o (سورۃ الحجر آیت:9)

یقیناً ہم نے اس ذکر (نصیحت) کو اتارا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں جو لفظ استعمال فرمایا ہے وہ ''الـذکـر'' یعنی نصیحت نہ کہ صرف قرآن مجید کیونکہ نصیحت قرآن اور صحیح حدیث دونوں کو کہا جاتا ہے اب تا قیامت علوم قرآن وصحیح حدیث جاری رہیں گے کوئی انہیں جدا نہیں کر سکتا کیونکہ یہ دونوں وحی من جانب اللہ ہیں۔اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ ﷺ پر اپنی نعمت کو مکمل کر دیا اور اسلام کے ساتھ ساتھ ایسے نبی ﷺ کو بھیجا جو ان کو قرآن وحکمت کی تعلیم دے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ o (سورۃ ال عمران آیت:164)

''بلا شبہ اللہ نے مومنوں پر بہت احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ان پر اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے ان کو سنوارتا ہے اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے''۔

اللہ تعالیٰ نے اپنا احسان اپنے بندوں پر واضح فرمایا کہ ایک ایسا نبی بھیجا جو انہی میں سے ہے اور وہ ان کو اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور اپنی سیرت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی منشاء پر عمل کر کے دکھاتا ہے۔یقین جانیئے اگر نبی کریم ﷺ کا مقصد صرف قرآن کریم ہی دینا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ کلام کہیں بھی اتار دیتا کہ اس کلام پر جس طرح سے چاہو عمل کرو۔لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ منشاء نہ تھی کہ دین اسلام پر عمل انسانوں کے رحم وکرم پر چھوڑا جائے بلکہ اس نے اپنے دین پر عمل پیرا ہونے کے لئے ایک ہادی کا بندوبست بھی فرمایا اور اسے منتخب کر کے امت کے لئے ہدایت کا پیکر بنا دیا اور ساتھ ساتھ یہ بھی شرط عائد کر دی۔

''وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالاً مُّبِيْناً'' (سورۃ الاحزاب آیت:36)

کہ جس نے بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ بہت دور کی گمراہی میں گر پڑا۔

یعنی نبی کریم ﷺ کی نافرمانی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نافرمانی اور آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دے کر، تا قیامت یہ فیصلہ نافذ فرما دیا کہ کسی نے بھی نبی کریم ﷺ کی مخالفت کی وہ اللہ کے نزدیک

راندائے درگاہ ٹھہرے گا۔

اس قدر عظیم رتبہ دے کر محمد رسول اللہ ﷺ کو دنیا میں بھیجا تاکہ عظیم قرآن کے ساتھ عظیم رب کے بھیجے ہوئے عظیم محمد نبی کریم ﷺ کی اتباع کر کے اللہ کے نزدیک ماٗ جور ہوں۔

بس مؤمن تو فقد حکم الٰہی کا پابند ہے عزیزانِ گرامی قرآن کریم مجھے اور آپ کو بھٹکنے نہ دے گا کیونکہ اس کے اسوۃ کے لئے ایک معلم انسانیت کا چناؤ کیا اور اس کے ہر عمل کو دین قرار دے کر اسکے آداب، فضائل، شمائل، اخلاق، عبادات، حقوق اللہ، حقوق العباد ان تمام معاملات کو دین قرار دے کر اس عظیم نبی کی اتباع کا حکم جاری فرمایا پس جو رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ آپ کے اقوال مبارک ثابت ہیں وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہیں جیسا کہ قرآن کریم۔ ان میں کبھی کوئی شگاف و دراڑ نہیں بس کامیابی انہی دو چیزوں پر محصور ہے بس قرآن و سنت کو حرث جان بنا لیجئے تاکہ دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل ہو۔

وما علینا الاالبلاغالمبین

(محمد حسین میمن) عفااللہ عنہ

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خیر خواہی کے نام پر پہلا (1) اعتراض:

''إذا روی عنی حدیث فاعرضوہ کتاب اللہ فإن وافق فاقبلوہ ولا تذروہ''

(اسلام کے مجرم صفحہ:3)

''تمھارے سامنے میرے اقوال پیش کیے جائیں گے تم انھیں قرآن کی کسوٹی پر پرکھ لینا، اگر وہ کتاب اللہ کے مطابق ہوں تو انھیں قبول کر لینا اور اگر قرآن کے مطابق نہ ہوں تو انھیں ترک کر دینا''۔

(اسلام کے مجرم صفحہ:15)

ازالہ:۔

قارئین کرام! ڈاکٹر شبیر کی پیش کردہ روایت درج ذیل کتب میں موجود ہے مفتاح الجنة صفحہ نمبر 52. الفوائد المجموعه صفحه 291 اور امام شافعی کی کتاب الرساله صفحه نمبر 170 اس روایت کی اسنادی حیثیت کا اندازہ یحیٰی بن معین کے اس قول سے لگایا جا سکتا ہے:

قال یحیی بن معین هٰذا حدیث وضعه الزنادقة وقال الخطابی کذٰلک (1)

اس حدیث کو زنادقہ (2) نے گھڑا ہے۔ لہٰذا یہ روایت جھوٹی ہے اور ہم صحیح حدیث کو ماننے والے ہیں ہمارا جھوٹ سے کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا محدثین کا ایسی روایات سے اجتناب ہونا ہی ثابت ہے کسی نے بھی اس جعلی روایت سے استدلال نہیں کیا۔ عصر حاضر کے عظیم محدث شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب سلسلة الاحادیث الضعیفه میں ان روایات پر بحث کرتے ہوئے سب پر ضعف ہونے کا حکم لگایا ہے۔(3)

ڈاکٹر شبیر جو روایت پیش کر رہے ہیں وہ من گھڑت ہے اور اللہ کے رسول ﷺ پر ایک جھوٹ ہے۔ جس کو ڈاکٹر شبیر بغیر کسی حوالہ کے نقل کر رہے ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ انھوں نے کتاب کا نام رکھا ہے ''اسلام کے مجرم'' اور اللہ کے رسول ﷺ پر جھوٹ باندھ کر خود اسلام کے مجرم ثابت ہو گئے۔

واضح رہے کہ اس مضمون کی جس قدر احادیث ذکر کی جاتی ہیں سب کی سب جھوٹی اور من گھڑت ہیں۔

---

(1) تذکرة الموضوعات صفحه :28 الفوائد المجموعه صفحه :291

(2) وہ فرقہ ہے جو اللہ کی وحدانیت پر اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتا اور کفر کو چھپاتا ہے اور ایمان کو ظاہر کرتا ہے اصلاً یہ لوگ مجوسی مذہب سے متاثر ہیں۔

(3) دیکھیئے سلسلة الاادیث الضعیفه جلد 3 رقم الحدیث: 1088-1091

اور محدثین نے ان تمام کو احادیث الضعیفه والموضوعه میں ذکر کیا ہے منکرین حدیث کا یہ عجیب انداز ہے کہ ایک طرف تو وہ احادیث صحیحہ کو بھی خاطر میں لانے کے لئے تیار نہیں ہیں اور دوسری طرف وہ اپنے مطلب براری کے لئے موضوع و من گھڑت روایات کو حجت و دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں جھوٹ کو دلیل کے طور پر وہی شخص پیش کرتا ہے کہ جو خود جھوٹا ہو پھر ان کے اس طرز عمل سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ یہ فرقہ صرف اپنی بات منوانے کے لئے ہر طرح کی بات پیش کرتا ہے ورنہ اسے حق و سچ اور صداقت سے کوئی سروکار نہیں اور جو اس طرح اپنی بات منواتے ہیں ظاہر ہے کہ وہ اپنے نفس کی پوجا کرتے ہیں نفس کے ان پجاریوں سے خیر کی امید نہیں کی جا سکتی کیونکہ یہ گمراہ اور باطل پرست ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

'' أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشَاوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ أَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ o'' (سورۃ الجاثیہ آیت:23)

''کیا تم نے اس شخص کا حال بھی دیکھا کہ جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا الٰہ بنا لیا اور اللہ نے علم کے باوجود اسے گمراہ کر دیا اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا۔ اللہ کے بعد کون اسے ہدایت دے گا۔ کیا تم لوگ کوئی نصیحت حاصل نہیں کرتے''۔

دوسرا (2) اعتراض:

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا وہ ایک کبوتری کا پیچھا کر رہا ہے آپ ﷺ نے فرمایا ''دیکھو ایک شیطان شیطانہ کا پیچھا کر رہا ہے۔''

ازالہ:۔

یہ حدیث سنن أبی داؤد ، کتاب الأدب باب فی اللعب بالحمام حدیث: 4940 اور ابن ماجه کتاب الادب باب فی اللعب بالحمام رقم الحدیث 3765 میں موجود ہے۔

قارئین کرام! اس روایت کو پیش کرنے کے بعد موصوف نے خاموشی اختیار کی ہے۔ گویا اس حدیث کو بھی کوئی جرم یا افسانہ سمجھ بیٹھے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں بھی انسان کو شیطان کہا گیا ہے۔ انسان اگر اللہ کے

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

ذکر سے دور ہوجائے اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت سے منحرف ہوجائے تو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کوشیطان کہا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوّاً شَيٰطِيْنَ الإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ (1)

''اسی طرح ہم نے شیطان انسان اور جنوں کو نبی کا دشمن بنایا (اور یہ شیاطین) آپس میں ایک دوسرے کو وحی کرتے ہیں''۔

یعنی انسان اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو وہ انسان شیطان ہوجاتا ہے۔ کیونکہ نافرمانی وبغاوت شیطانی صفات ہیں ۔جس حدیث میں ذکر ہے کہ وہ کبوتری کا پیچھا کررہا تھا تو وہ شخص کبوتر باز تھا اور کبوتر بازی کھیل تماشا ہے۔ جوکہ آج کل عام ہے اس تماشے کی وجہ سے لوگوں کی اکثریت نمازوں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل رہتی ہے۔اسی وجہ سے اس شخص کوشیطان کہا گیا ہے۔ جہاں تک بات کبوتری کو''شیطان'' کہنے کی ہے تو لغت میں الشیطان کے معنیٰ''سرکش اور نافرمان'' کے ہیں خواہ وہ انسان ہو،جن ہو یا جانور(2)۔

صاحب عون المعبود فرماتے ہیں:''کبوتری کوشیطان اس لئے کہا کہ وہ کبوتری اس شخص کے لئے اللہ کے ذکر سے غفلت کا سبب بن رہی تھی''(3)۔لہٰذا کوئی شخص اگر شریعت کے منافی کام کرے اور اللہ کی یاد سے غافل رہے تو وہ انسانیت کے دائرہ سے نکل کر شیطان کے اوصاف میں داخل ہوجائے گا اور یہی اس حدیث مبارکہ کا مطلب ہے کہ شیطان شیطان کا پیچھا کررہا تھا لہٰذا حدیث پر اعتراض فضول ہے۔

تیسرا(3)اعتراض:

فرمایا نبی اکرم ﷺ نے :امت کا بہترین آدمی وہ ہے جس کی زیادہ بیویاں ہوں۔

(امام بخاری کتاب النکاح صفحہ:52)(اسلام کے مجرم صفحہ:22)

ازالہ:۔

اس روایت کوامام بخاری نے کتاب النکاح میں ذکر کیا ہے۔

اس روایت کونقل کرنے میں ڈاکٹر شبیر نے علمی خیانت کی ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا قول نہیں بلکہ

(1)سورۃ الانعام۔آیت 112۔
(2)المنجد صفحہ 528۔لسان العرب جلد 7 صفحہ 121۔
(3)عون المعبود شرح السنن أبی داؤد جلد ۱۳ صفحۃ:139۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ جسے ڈاکٹر شبیر نے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ

ومن كذب علی متعمداً فليتبوأ مقعده من النار(1)

''جس نےمجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے''

قارئین کرام! مندرجہ ذیل روایت پر غور کریں تو حقیقت عیاں ہوجائے گی:

عن سعيد بن جبير قال لی ابن عباس هل تزوجت ،قلت لا،قال فتزوج فإن خير هٰذه الأمة أكثرها نساءً(2)

''سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے کہا کہ کیا تم نے نکاح کرلیا؟ میں نے جواب دیا کہ نہیں ۔تو آپ نے فرمایا کہ نکاح کرو یقیناً اس امت میں بہترین وہ ہے جس کی زیادہ بیویاں ہوں''۔

قارئین کرام! قرآن کریم مسلمانوں کوایک وقت میں چار نکاح کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

فَانْكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلاَثَ وَرُبَاعَ (3)

''اورعورتوں سے بھی تمھیں جو پسند ہوں دودو تین تین چار چار سے نکاح کرو''

مندرجہ بالا آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں چار شادیوں کی اجازت موجود ہے اور یہ چار شادیاں **اکثرھانساء** کہلاتی ہیں(زیادہ عورتوں والے)اور ابن عباس کے قول **أکثرھانساء** کا مطلب بھی یہی ہے کہ چار تک نکاح کئے جاسکتے ہیں۔ اگر موجودہ زمانے کا مشاہدہ کیا جائے تو اس وقت پوری دنیا میں مردوں کی بنسبت عورتوں کی کثرت ہے اور عورتوں کے مقابلے میں مردوں کی شرح اموات زیادہ ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت خانہ داری کرتی ہے اور مرد زمانہ بھر میں گھومتا ہے حادثات کا شکار ہوتا ہے جنگ وجدل میں مارا جاتا ہے تو

(1)مسند أحمد 454/1 وقال احمد شاكر اسناده صحيح۔

(2)صحيح بخاری ح 3461 كتاب احاديث الانبياء باب 50، صحيح مسلم ح4،صحيح بخاری كتاب النكاح باب كثرة النساء رقم الحديث 5069۔

(3)سورة النساء آيت نمبر3۔

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

اسی لئے مردوں کی آبادی کا تناسب عورتوں کے مقابلے میں کم ہے۔ایک رپورٹ کے مطابق امریکہ میں عورتوں کی آبادی مردوں کے مقابلہ میں 80 لاکھ زائد ہے۔(1) اور قیامت کی پیشن گوئی میں سے ہے کہ ایسا وقت آئے گا کہ 50 عورتوں کا کفیل ایک ہی مرد ہوگا۔یعنی عورتیں کافی حد تک مردوں سے تعداد میں بڑھ جائیں گی.

اسی بات کا ذکر سیدنا عبداللہ بن عباس کے قول میں ہے کہ بہترین آدمی وہ ہے جس کی زیادہ عورتیں ہوں۔یعنی زیادہ سے مراد ایک سے زیادہ ہوں نہ کہ چار سے زیادہ ہوں۔اگر ایک سے زیادہ بیویوں کا رکھنا برا ہے تو ڈاکٹر شبیر قرآن کریم کی اس آیت کا کیا جواب دیں گے کیونکہ قرآن چار شادیوں کی اجازت دیتا ہے۔احادیث میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ جن صحابہ کرام کے پاس چار سے زیادہ بیویاں موجود تھیں اس آیت کے نزول کے بعد آپ ﷺ نے انھیں چار بیویاں رکھنے کا حکم دیا اور چار سے زیادہ چھوڑنے کا فرمان جاری فرمایا البتہ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں خصوصی اجازت عنایت فرمادی تھی اور آپ ﷺ کے پاس چار سے یادہ بیویاں تھیں۔(دیکھئے سورۃ الاحزاب آیت:50)

چوتھا(4)اعتراض:

’’نبی ﷺ اپنی تمام بیویوں کے پاس ہر رات میں دورہ فرمالیا کرتے تھے اور وہ تعداد میں ۹ تھیں۔‘‘

مزید فرماتے ہیں:

حضور ﷺ کو امت کی مصروفیات سے اتنی فرصت کہاں تھی اور وہ پاک ہستی تھے (معاذ اللہ) جنسی مشین نہ تھے۔ (امام بخاری کتاب النکاح صفحہ:52) (اسلام کے مجرم،صفحہ:22)

ازالہ:۔

امام بخاری نے یہ حدیث اپنی صحیح میں ذکر فرمائی اور حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں:

عن أنس أن النبی ﷺ کان یطوف علی نسائه فی لیلة واحدةوله تسع نسوة(2)

The Medical Guide.Columbia University(1)

(2)صحیح بخاری کتاب النکاح باب: 4 حدیث: 5068۔

’’انس سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ ایک(1) رات میں اپنی بیویوں کے پاس جایا کرتے تھے اور وہ تعداد میں نو تھیں‘‘

اور جہاں تک بات ہے ’’امت کی مصروفیات اور حقوق ازواج‘‘ کی اس کے جواب میں ہم ایک غیر مسلم مؤلف پال برنٹن کے الفاظ نقل کئے دیتے ہیں۔

I could not but respect the wisdom of the Prophet(S.A.W)for so deftly teaching his followers to mingle the life of the busy world.(2)

’’میں پیغمبر اسلام (ﷺ) کی دانائی کی تکریم کئے بغیر نہیں رہ سکتا جنھوں نے اپنے پیروکاروں کو اتنی خوش اسلوبی کے ساتھ دینی زندگی کو دنیاوی مصروف زندگی کے ساتھ سمونا سکھا دیا۔‘‘

پانچواں(5)اعتراض:

ڈاکٹر شبیر نے ایک روایت نقل کی ہے کہ

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے تنہا (بے نکاح) ہونے کی شکایت کی۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ کبوتری کو ساتھی (زوجہ) بنالو۔ (اسلام کے مجرم صفحہ:22)

ازالہ:۔

اس روایت کو حافظ ابن قیم نے اپنی کتاب ’’المنار المنیف‘‘ میں ذکر فرمایا ہے۔(3) ڈاکٹر شبیر نے اس کتاب کا نام ’’البحار الحنیف‘‘ ذکر کیا ہے جو کہ غلط ہے حافظ ابن قیم کی کوئی کتاب اس نام سے دستیاب نہیں۔

زیر بحث حدیث اور اس کی متعلقہ عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

مذکورہ روایت کے متعلق حافظ ابن قیم جرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(1) یہاں ڈاکٹر شبیر نے "لیلة واحدة" کا ترجمہ ہر رات کیا ہے جو ان کی خیانت ہے

A search in the secret Egypt page 134 (2)

(3)المنار المنیف۔ص:97

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

فمنها أحاديث الحمام. لايصح منها شيء

''کبوتر سے متعلق تمام احادیث غلط و من گھڑت ہیں''

ان میں سے کبوتر سے متعلق احادیث ہیں ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں۔

آگے فرماتے ہیں:

وحديث شكا رجل إلى رسول الله ﷺ الوحدة فقال له لو اتخذت زوجاً من حمام فآنسك.

''اور وہ حدیث ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے تنہائی کی شکایت کی آپ ﷺ نے اس سے ارشاد فرمایا: اگر تو ایک کبوتر کا جوڑا لے لے تاکہ وہ تجھے مانوس کر دے اور تو اس کے چوزت بھی حاصل کر لے ۔۔۔۔الآخر''

ڈاکٹر شبیر نے اس کو اپنی کتاب میں نقل کر کے کوئی نیا کام سرانجام نہیں دیا ہے خود محدثین ایسی روایتوں کو ناقابل اعتبار قرار دے کر رد کر چکے ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ ڈاکٹر شبیر اس روایت کو جس کتاب سے نقل کر کے اس کو اسلام باور کرانا چاہتے ہیں یہ کتاب ہی اسلام کے مجرموں کے خلاف لکھی گئی ہے۔ جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے لہٰذا ایسی روایتوں سے اسلام پر کوئی حرف نہیں آتا اس لئے اعتراض کالعدم ہے۔

چھٹا (6) اعتراض:

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں:

یا رسول اللہ ﷺ ! آپ ایسی وادی میں اتریں جہاں بہت سے درخت ہوں لیکن ان کے پتے چرا لئے گئے ہوں اور ایک درخت آپ ایسا بھی پائیں جس کے پتے چرائیں نہ گئے ہوں تو آپؐ اپنے اونٹ کو کس درخت سے چرائیں گے؟ فرمایا اس درخت سے جس کے پتے چرائیں نہ گئے ہوں امام بخاری کہتے ہیں کہ عائشہ صدیقہ کی مراد یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویوں میں صرف وہ ہی کنواری تھیں۔

(بخاری کتاب النکاح صفحہ:55) (اسلام کے مجرم صفحہ:22,23)

ازالہ:۔

اس حدیث کو امام بخاری نے صحیح بخاری کتاب النکاح میں ذکر فرمایا ہے۔(1) اس حدیث کا مطلب بالکل واضح ہے کہ ایک مثال کے ذریعے سے ام المؤمنین عائشہ کے کنوارے پن کی فضیلت کو واضح کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی تمام ازواج مطہرات میں سے صرف عائشہ ہی کنواری تھیں اور باقی تمام شادی شدہ تھیں۔

قارئین کرام! آخر اس حدیث مبارکہ میں ایسا کون سا اعتراض یا برہنہ پن ہے کہ جس کی وجہ سے حدیث محل نظر بن گئی ہے۔

کیا ڈاکٹر شبیر کو قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات نظر نہیں آئیں کہ جن کو پڑھ کر کوئی شخص ایک اور کتاب ''قرآن کے مجرم'' تحریر کر دے کہ یہ آیات اس قدر برہنہ ہیں کہ اللہ کا کلام نہیں ہو سکتا یہ کسی ''اسلام کے مجرم'' کی سازش ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ (2)

''تمھاری عورتیں تمھاری کھیتیاں ہیں پس اپنی کھیتیوں میں سے جہاں سے چاہو، آؤ۔''

فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلاً خَفِيفاً (3)

''پس جب اس مرد نے عورت کو ڈھانپ لیا تو وہ حمل سے ہوگئی۔''

ڈاکٹر شبیر! اگر کسی کی آپ کی طرح سوچ ہو تو قرآن کی ان آیات کا بھی بڑا غلط اور فحش ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ اور ان کو غلط معنوں میں استعمال بھی کیا جا سکتا ہے۔ مگر ہم عقیدت میں ان آیات کو اللہ ہی کا کلام سمجھتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں۔ تو پھر حدیث رسول ﷺ پر اس طرح کے اعتراضات کی بوچھاڑ کیوں؟

ساتواں (7) اعتراض:

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں:

(1) صحیح بخاری کتاب النکاح باب النکاح والأبکار رقم الحدیث، 5077

(2) سورۃ البقرۃ، آیت 223

(3) سورۃ الاعراف، آیت 189

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

حضرت عمر فاروق روزے کا افطار صحبت سے کیا کرتے اور کھانا بعد کو کھاتے۔ ماہ رمضان میں نماز عشاء سے پیشتر اپنی تین تین لونڈیوں سے صحبت کرتے۔

(حجۃ الاسلام امام غزالی احیاء علوم جلد دوم صفحہ 54) (اسلام کے مجرم۔صفحہ:23)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر نے یہ روایت علامہ ابو حامد محمد بن محمد الغزالی کی تصنیف ''احیاء علوم الدین'' سے نقل کی ہے جو دراصل تصوف پر تحریر کی گئی ہے۔ ڈاکٹر شبیر نے اپنی تصنیف میں صوفیاء کی تحریر کردہ کتابوں کے بہت سے مندرجات واقتباسات پیش کئے ہیں جو کہ واقعی کافی شرمناک اور ناقابل بیان ہیں۔ نام نہاد صوفیوں اور زاہدوں نے اسلام کے شعائر کا جس طرح مذاق اڑایا ہے اور دین اسلام کی بنیاد توحید الٰہی اور اسلام کی کوہان جہاد فی سبیل اللہ کے خلاف جو تلبیسات تصوف کے نام پر کی ہیں وہ واقعی اسلام کے خلاف ایک عظیم ترین جرم ہے۔ آپ کی نقل کردہ صوفیوں کی ان عبارات سے ہم بالکل اتفاق نہیں کرتے۔ مگر آپ نے ان صوفیوں کے ساتھ ساتھ صحیح احادیث کو بھی طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا ہے اور دین اسلام کے ایک عظیم علمی مأخذ میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جس کے لئے ہمیں قلم اٹھانا پڑا۔ اس کتاب میں ہم ان صحیح احادیث جنھیں آپ نے بڑی ڈھٹائی سے علمی خیانت، معنوی تحریف اور اپنے رافضانہ انداز کے ساتھ نقل کیا ہے (جو کہ یقیناً ایک جھوٹ اور فراڈ کا ملمع ہے) کا ببانگ دہل دفاع کریں گے اور جہاں تک احیاء علوم الدین کا تعلق ہے تو اس کے متعلق عرض ہے کہ احیاء دراصل تصوف کی معرکۃ آرا کتاب ہے اسلام کی نہیں۔ اسلام نام ہے قرآن وصحیح حدیث کا نہ کہ صوفیا، مجذوبوں اور زاہدوں کے خود ساختہ اور بے حیاء عارفانہ کلام کا۔ احیاء العلوم کی فنی حیثیت کیا ہے؟ امام زین الدین عراقی نے جب اس کی تحقیق وتخریج کی تو اس میں تقریباً 950 احادیث من گھڑت ثابت ہوئیں۔ علامہ تاج الدین السبکی نے طبقات الشافعیہ (1) میں امام غزالی کی پیش کردہ بے سند احادیث پر مستقل ایک باب باندھا جو 100 سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔

ڈاکٹر شبیر کی پیش کردہ روایت کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور ہم ان سے اتفاق کرتے ہیں کہ واقعی یہ

(1) طبقات الشافعیہ جلد 6 ص 287,389

روایت اسلام کے مجرموں نے گھڑی ہے۔

آٹھواں (8) اعتراض:

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں:

عائشہ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ اور میں ایک ٹب میں نہاتے تھے اور وہ ﷺ حالت حیض میں مجھ سے اختلاط فرمایا کرتے تھے۔ (اسلام کے مجرم، صفحہ:26)

ازالہ:۔

یہ روایت صحیح بخاری میں ان الفاظ سے منقول ہے:

عن عائشہ قالت کنت أغتسل أنا والنبی ﷺ من إناء واحد کلانا جنب وکان یأمرنی فإتزر فیبا شرنی وأنا حائض (1)

''عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور اللہ کے نبی ﷺ ایک ہی برتن سے غسل فرماتے تھے اور ہم جنبی ہوتے اور آپ مجھے ازار باندھنے کا حکم دیتے اور مجھ سے حالت حیض میں اختلاط فرماتے''۔

ڈاکٹر شبیر نے یہاں حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے تلبیس سے کام لیا ہے اور ترجمہ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور میں ایک ٹب میں نہاتے تھے حالانکہ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ ایک ٹب سے نہاتے تھے۔ قارئین کرام! اس حدیث سے جس مسئلہ کی وضاحت ہوتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کے ساتھ غسل کرسکتا ہے آخر اس میں اعتراض کی کیا بات ہے؟ اگر ہم اس حدیث کا پس منظر دیکھیں تو اعتراض کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی۔

عن عائشة زوج النبی ﷺ أنها أخبرته قالت کنت أنام بین یدی رسول اللہ ﷺ ورجلای فی القبلة فإذا سجد غمزنی فقبضت رجلیَّ وإذا قام بسطتها.. والبیوت یومئذٍ لیس فیها مصابیح (2)

''ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے لیٹی ہوتی تھی اور میرے پاؤں

(1) صحیح بخاری کتاب الحیض، باب مباشرة الحائض رقم الحدیث 299,300

(2) مؤطا إمام مالک باب المرأة تکون بین الرجل یصلی ۔۔۔رقم الحدیث 288

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

آپ ﷺ کے سامنے قبلے کی جانب ہوتے تھے پس جب آپ سجدہ کرتے تو میرے پاؤں کو دباتے میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی پھر جب آپ کھڑے ہوجاتے تو میں پیر پھیلا لیتی، **والبیوت یومئذ لیس فیھامصابیح** اوران دنوں (ہمارے) گھروں میں چراغ نہیں ہوا کرتے تھے۔"

ایک اورروایت میں مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیں:

عن عائشة قالت: .فقدت رسول الله ﷺ ليلة من الفراش فالتمسته.فوقعت يدى علٰى بطن قدميه وهو فى المسجدوهما منصوبتان(1)

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں: میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کو بستر سے گم پایا تو میں نے آپ ﷺ کو تلاش کرنا شروع کیا تو میرے ہاتھ آپ ﷺ کے قدموں کے تلووں پر لگےاور آپ ﷺ سجدہ کی حالت میں تھے۔"

مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں عموماً اندھیرا رہا کرتا تھا اور چراغ تک موجود نہ تھا تو اس قدر اندھیرے میں ایک دوسرے کو دیکھنا محال تھا۔ رہی بات پردہ پوشی کی تو حدیث میں صراحت موجود ہے کہ " من إناء بيني وبينه واحد "(2) کہ ہم ایک ٹب سے نہاتے تھے جو ہمارے درمیان رکھا ہوتا تھا لہٰذا یہ ٹب دونوں کے درمیان پردہ کا کام بھی کرتا تھا۔

اگر اعتراض اس بات پر ہے کہ یہ فحش الفاظ احادیث رسول اللہ ﷺ کس طرح ہوسکتے ہیں۔ یا اس طرح کی حدیث کو بنیاد بنا کر غیر مسلم اسلام پر بے ہودہ اعتراض کرتے ہیں وغیرہ۔ تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ مشرکین شروع دن ہی سے اسی طرح اسلام و مسلمانوں کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے رہے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے۔

"عن سلمان قال: قال بعض المشركين وهم يستهزؤن به إنى لأرى صاحبكم يعلمكم حتى الخراء ة قال سلمان أجل أمرنا أن لانستقبل القبلة ولا نستنجى بأيماننا ولا نكتفى بدون ثلاثة أحجار ليس فيها رجيع ولا عظم".(3)

"سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ بعض مشرکوں نے بطور استہزاء کہا کہ

(1)صحيح مسلم كتاب الصلٰوة باب مايقال فى الركوع والسجود رقم الحديث۔486

(2)صحيح مسلم كتاب الحيض باب قدر المستحب من الماء رقم الحديث 321

(3)مسند احمد 5/437 رقم الحديث 23593 قال احمد شاكرؒ اسناده صحيح۔

میں تمھارے ساتھی رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا ہوں کہ وہ تمھیں ہر چیز کی تعلیم دیتے ہیں یہاں تک کہ قضائے حاجت کے طریقے بھی بتاتے ہیں۔ تو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ بالکل درست بات ہے آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم قبلہ کی جانب منہ نہ کریں اور نہ ہی دائیں ہاتھ سے استنجا کریں اور تین ڈھیلوں سے کم پر اکتفاء نہ کریں نیز ڈھیلوں میں گوبر اور ہڈی نہ ہو۔"

مذکورہ روایت میں صحابی رسول نے کس قدر فخر کے ساتھ طہارت پر مبنی مسائل کو بیان فرمایا اور ذرہ برابر بھی احساس کمتری کا شکار نہیں ہوئے۔ عرض یہ ہے کہ جس چیز کو آپ اسلام کا جرم سمجھ رہے ہیں۔ صحیح احادیث پر مبنی اس سرمائے پر ہم فخر کرتے ہیں۔ اور "ڈنکے کی چوٹ" کہتے ہیں کہ دین اسلام ایک ایسا مکمل ضابطہ حیات ہے کہ ہمیں اپنی رہنمائی کے لئے باہر جانے کی تکلیف بھی نہیں دیتا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (1) "یقیناً تمھارے لئے اللہ کے رسول ﷺ م (کی ذات) میں بہترین نمونہ ہے" ہی کا تقاضا تھا کہ احادیث کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کے شب و روز اعمال و اقوال اور خلوت و جلوت کے اسوہ سے ضابطہ حیات تیار کروایا جارہا ہے۔ مسائل ڈھل رہے ہیں۔ حلال و حرام جائز و ناجائز میں احادیث و سنن کے ذریعے امتیاز کیا جارہا ہے۔ آپ کو یہاں اسوۂ رسول ﷺ سے ہر وہ چیز دستیاب ہوگی جس سے تہذیب و تمدن اور انسانی ضابطہ حیات پر روشنی پڑتی ہو۔ ایسے بیش بہا سرمائے پر فخر کرنا چاہئے نہ کہ احساس کمتری کا شکار ہوکر ان پر اعتراضات شروع کردیئے جائیں۔

بالفرض اگر کوئی دشمن اسلام قرآن کی کسی آیت پر اعتراض کردے مثلاً "**أَفَرَأَيْتُم مَّا تُمْنُوْنَ** (2) کہ اچھا ذرا یہ بتلاؤ کہ جو منی تم ٹپکاتے ہو. یا سورۂ مریم میں سیدہ مریم علیہا السلام کے حاملہ ہونے کا ذکر ہے۔ تو ہم اس اعتراض کا کیا جواب دیں گے؟ یقیناً ہم اس کی توضیح کریں گے جب قرآن مجید کے لئے ہم تاویل کرسکتے ہیں تو حدیث کے لئے کیوں تاویل نہیں کرسکتے؟۔

(1)سورة الاحزاب۔آیت 21

(2)سور الواقعه۔آیت 58

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

نواں(9)اعتراض:

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے سیدنا جابر بن عبداللہ کو سرزنش کی کہ تم نے شوہر دیدہ (بیوہ) عورت سے نکاح کیوں کیا؟ کنواری نوعمر لڑکی سے نکاح کیوں نہ کیا کہ تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی۔ (بخاری کتاب النکاح صفحہ:56)

مزید فرماتے ہیں: آپ تو بیواؤں اور بے سہاروں کا سہارا تھے۔ (اسلام کے مجرم صفحہ:26)

ازالہ:۔

یہ حدیث صحیح بخاری میں اس طرح موجود ہے:

عن جابر بن عبدالله رضی الله عنه قال: فقلنا مع النبی ﷺ من غزوة، فتعجبک علی بعیر لی قطوف، فلحقنی راکب من خلفی، فنخس بعیری بعنزة کانت معه، فانطلق بعیری کأجود ما أنت راء من الابل فاذالنبی ﷺ، فقال: مایعجلک؟ قلت: کنت حدیث عهد بعرس قال: أبکرا أم ثیبا؟ قلت: ثیباً. قال: فهلاجاریةً تلاعبها وتلاعبک. قال: فلما ذهبنا لندخل قال: أمهلوا حتى تدخلوا ليلا. أى عشاء. لكى تمشط الشعثة، وتستحد المغيبة .(1)

''فرماتے ہیں میری ابھی نئی نئی شادی ہوئی ہے رسول اللہ ﷺ نے استفسار فرمایا کہ کنواری سے شادی کی ہے یا شادی شدہ (بیوہ یا طلاق یافتہ) سے۔ تو میں نے عرض کیا کہ شادی شدہ عورت سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہ کی تا کہ تم اس سے کھیلتے اور وہ تم سے کھیلتی۔''

ڈاکٹر صاحب کو اس حدیث پر اعتراض ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کو کنواری عورت سے شادی نہ کرنے پر سرزنش فرمائی یعنی جابر کو بیواؤں سے نکاح کرنے سے منع فرمایا۔ حالانکہ یہ بات غلط فہمی پر مبنی ہے۔

اگر ہم اس حدیث مبارکہ کے پس منظر پر نظر ڈالیں تو یہ حدیث بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے۔ غزوۂ احد

---

(1)صحیح بخاری کتاب النکاح باب تزویج الثیبات رقم الحدیث 5079

میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے والد گرامی سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تھے اور اپنے اوپر کچھ قرضہ اور نو بیٹیاں سوگوار چھوڑ گئے تھے۔ اپنی بہنوں کی تعلیم و تربیت کے لئے جابر رضی اللہ عنہ نے ایک ایسی عورت سے نکاح کیا جو عمر میں پختہ اور پہلے سے شادی شدہ تھیں۔ جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كن لی أخوات فأحببت أن أتزوج امرأة تجمعهن وتمشطهن وتقوم عليهن(1)

''میری کچھ بہنیں تھیں تو میں نے چاہا کہ ایسی عورت سے شادی کروں جو انھیں جمع کر کے رکھے، ان کے بال سنوارے اور ان کی دیکھ بال کرے۔''

کنواری عورت سے شادی نہ کرنے کی وجہ بھی خود بیان فرماتے ہیں کہ

هلک أبی وترک تسع بنات فتزوجت ثيبا كرهت أن أجيئهن بمثلهن .

''میرے والد کا انتقال ہو گیا اور انھوں نے اپنے پیچھے نو بیٹیاں چھوڑیں پس اس لئے میں نے بیوہ سے شادی کی مجھے یہ بات ناپسند تھی کہ میں اپنی بہنوں پر ان جیسی ہی کوئی لڑکی لے آؤں'' (2)

اس پس منظر سے جو مفہوم نکلتا ہے وہ یہ ہے:

رسول اللہ ﷺ نے جابر رضی اللہ عنہ سے استفسار فرمایا کہ تم نے نکاح ثیبہ (شادی شدہ) سے کیا ہے یا باکرہ (کنواری) سے۔ تو ان کا جواب سن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ باکرہ سے نکاح کرتے کہ تم اس سے کھیلتے اور وہ تم سے کھیلتی۔ جابر رضی اللہ عنہ نے ثیبہ سے نکاح کرنے کی وجہ بیان کی کہ میں نے ثیبہ سے نکاح اپنے گھر کی دیکھ بھال اور بہنوں کی تربیت کی خاطر کیا۔ آپ نے اس پر خوشی کا اظہار کیا اور دعا دی: ''بارک اللہ لک'' (3) اللہ تجھے برکت دے۔ اگر جابر رضی اللہ عنہ کے پاس یہ مجبوری نہ ہوتی تو آپ یقیناً باکرہ ہی سے نکاح کرتے اور رہی بات اللہ کے رسول ﷺ کی باکرہ سے نکاح کی ترغیب دلانا تو اس کے دو جواب ہیں:

(1) ''نبی ﷺ کا فرمان ھے :

عليكم بالأبكار فانهن أعذب أفواهاً وأنتق أرحاماً وأرضى باليسير(4)

''کنواری لڑکیوں سے نکاح کرو اس لئے کہ وہ شیریں زبان ہوتی ہیں، ان سے اولاد زیادہ ہوتی ہے

---

(1)فتح الباری جلد 9صفحہ 152

(2)فتح الباری جلد 9صفحہ 152

(3)فتح الباری جلد 9صفحہ 152

(4)ابن ماجه كتاب النكاح باب تزويج الأبكار رقم الحديث 1861حسنه الألباني۔

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

اور وہ قلیل عطیہ پر خوش ہو جاتی ہیں‘‘

(2)’’عرب میں کنواری لڑکیوں سے نکاح کو ترجیح دی جاتی ہے‘‘۔

ویرغب العرب فی التزوج بالأبکار ،ویفضلون الأبکار الصغار علی الأبکار الکبار(1)

’’اہل عرب کنواری لڑکیوں سے نکاح کرنے میں رغبت رکھتے تھے اور کم عمر کنواری لڑکیوں کو بڑی عمر کی کنواری لڑکیوں پر فضیلت دیتے تھے۔‘‘

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کنواری لڑکیوں سے نکاح کی ترغیب دلائی مگر شادی شدہ عورت سے نکاح کرنے سے منع بھی نہیں فرمایا۔جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ کو نکاح کے بعد دعا دی۔خود آپکی گیارہ بیویوں میں سے صرف ایک ہی کنواری تھیں۔کاش ڈاکٹر شبیر تھوڑی بہت تحقیق کر لیتے تو انھیں احادیث پر اعتراض کرنے کی جسارت نہ ہوتی۔

بالفرض اگر رسول اللہ ﷺ کے اس عمل کے موافق عمل شروع کر دیا جائے (یعنی شادی شدہ عورتوں سے نکاح) تو پھر کنواری عورتوں سے کون نکاح کرے گا اور خود ڈاکٹر شبیر کا اس بارے میں طرز عمل کیا ہے؟

دسواں (10) اعتراض:

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں،

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد لوگوں پر عورت سے بڑھ کر فتنہ کوئی نہیں‘

(بخاری کتاب النکاح صفحہ:61) (اسلام کے مجرم صفحہ:26)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر کی نقل کردہ حدیث صحیح بخاری میں ان الفاظ سے منقول ہے:

ماترکت بعدی فتنة أضر علی الرجال من النساء (2)

(1)المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام جلد 4صفحہ: 474

(2) صحیح بخاری کتاب النکاح باب ما یتقی من شؤم المرأة رقم الحدیث 5096،

’’رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ میں نے اپنے بعد (اپنی امت) کے مردوں پر عورت سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں چھوڑا‘‘۔

ڈاکٹر شبیر کا اس حدیث پر اعتراض ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ عورت کو فتنہ قرار دے رہے ہیں اور یہ بات رسول اللہ ﷺ کی ہو نہیں سکتی بلکہ کسی اسلام کے مجرم کی سازش ہے۔جس نے اللہ کے نبی ﷺ پر جھوٹ باندھا ہے۔

اس حدیث پر غور کیا جائے تو عمومی طور پر عورت کو فتنہ قرار نہیں دیا گیا۔ بلکہ ان عورتوں کو فتنہ قرار دیا گیا ہے کہ جن کے سبب سے انسان اللہ کی یاد اور جہاد وغیرہ سے دور ہو کر دنیاوی شہوات میں پڑ جاتا ہے۔جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ (1)

’’مرغوب چیزوں کی محبت لوگوں کے لئے مزین کر دی گئی ہیں جیسے عورتیں‘‘

اسلامی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ اسلام کے حکومتی زوال میں عورت (مسلم، یہود و نصرانی) نے اہم کردار ادا کیا ہے(2) یہی وجہ ہے کہ سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے صلیبی جنگوں کے لئے سپاہیوں کے انتخاب میں یہ شرط عائد کی تھی کہ انکی رغبت عورتوں میں کم ہو۔آج اس جدید میڈیا کے دور میں کسی چیز کی اشتہار بازی کے لئے عورت کی عریانی و فحاشی کو جس طرح ماڈل بنا کر پیش کیا جا رہا ہے وہ بیان کی محتاج نہیں ہے بلکہ عورت ذات کی ہر جگہ فحش تصاویر آویزاں کر کے اسے بے شرم اور بے حیاء بنانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں اور اس طرح عورت کو جس قدر بدنام اور رسوا کیا جا رہا ہے اس کا اندازہ لگانا ممکن نہیں کیا ڈاکٹر موصوف نے اس زاویہ نظر سے بھی کبھی عورت کا مطالعہ کیا ہے اور اس گوشہ پر بھی کبھی درد دل کے ساتھ غور و تدبر کیا ہے؟ **ھل منکم رجل رشید**۔اب موصوف ہی فیصلہ فرمائیں کہ اس قسم کی عورتیں فتنہ نہیں تو اور کیا ہیں؟

اگر اللہ کے رسول ﷺ نے ایسی عورتوں کو فتنہ قرار دیا ہے تو دوسری جگہ عورت کو ماں کی شکل میں عزت دے کر جنت اس کے قدموں میں لا رکھ دی۔اسی عورت ذات کے متعلق ارشاد فرمایا کہ

(1)سورۃ ال عمران آیت: 14 (2) تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیں تاریخ اندلس و بنات الصلیب۔

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

الدنیا کلھا متاع وخیر متاع الدنیا المرأة الصالحة(1)

''دنیا تمام کی تمام فائدہ اٹھانے کی چیز ہے اور دنیا کا بہترین سروسامان صالح عورت ہے۔''

حیرت ہے ڈاکٹر شبیر کو اعتراض کے لئے صحیح بخاری کی حدیث تو نظر آگئی مگر صحیح مسلم کی مذکورہ روایت جو کہ عورت کے فضائل ومناقب میں ہے نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ نیز موصوف! قرآن کی اس آیت کا آپ کیا جواب دیں گے؟

یَا أَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوْٓا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِکُمْ وَأَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْھُمْ (2)

''اے ایمان والو! بے شک تمھاری بیویوں اور تمھاری اولاد میں سے بعض تمھارے دشمن ہیں پس ان سے بچو''

پس جو جواب آپ اس آیت کا دیں گے وہی جواب اس حدیث کا ہے۔

گیارہواں (11) اعتراض:

ڈاکٹر شبیر حافظ ابن قیمؒ کی کتاب زاد المعاد کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ اونٹنی کے تازہ دودھ اور پیشاب کو ملا کر پینا بہت سے امراض کے لئے شافی دوا ہے۔ (اسلام کے مجرم صفحہ:27)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر نے جس قول کو نقل کیا ہے اس کی اصل صحیح بخاری میں موجود ہے۔

عن أنس أن ناساًاجتووا فی المدینة فأمرهم النبی أن یلحقوا براعیه .یعنی الابل فیشربوا من ألبانها وأبوالها فلحقوا براعیه بوامن ألبانها وأبوالهاحتیٰ صلحت أبدانهم (1)

''قبیلہ عکل اور عرینہ کے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مدینے کی آب وہوا موافق نہ آنے پر وہ لوگ بیمار ہوگئے۔ (ان کو استسقاء یعنی پیٹ میں یا پھیپھڑوں میں پانی بھرنے والی بیماری ہوگئی) رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے اونٹنی کے دودھ اور پیشاب کو ملا کر پینے کی دوا تجویز فرمائی۔ یہاں تک کہ اسے پی کر وہ لوگ تندرست ہوگئے''۔

(1) صحیح مسلم کتاب الرضاع باب میر متاع الدنیا رقم الحدیث ,1467
(2)سورۃ التغابن ۔آیت :14

قارئین کرام! اس حدیث پر جو اعتراض کیا گیا ہے شاید اس وجہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کو اونٹنی کا پیشاب پلوایا جو کہ حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی پاکباز ہستی سے ایسا حکم وکلام کا صادر ہونا بعید از عقل ہے۔ غالباً ڈاکٹر شبیر کی بھی یہی منشا ہے۔ اس اعتراض کے دو جوابات ہیں: (1) نقلاً (2) عقلاً۔

قرآن مجید میں حلال وحرام سے متعلق کچھ اشیا کا ذکر ہوا ہے:

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِیرِ وَمَآ أُھِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ(2)

''تم پر مردار، خون، سور کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا کسی دوسرے کا نام پکارا گیا ہو حرام ہے''

اللہ تعالیٰ نے بالکلیہ اصولی طور پر مندرجہ بالا اشیا کو اہل ایمان پر حرام کر ڈالا ہے مگر اس کے ساتھ ہی کچھ استثنا بھی کر دیا۔

فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ إِثْمَ عَلَیْهِ ط

''جو شخص مجبور (بھوک کی شدت سے موت کا خوف) ہو جائے تو اس پر (ان کے کھانے میں) کوئی گناہ نہیں بس وہ حد سے بڑھنے والا اور زیادتی کرنے والا نہ ہو''(3)

اگر ضرورت کے وقت حرام جانوروں کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے تو حلال جانور کے پیشاب کو عند الضرورت دوا کے لئے استعمال کرنے کو کس نے روکا ہے؟ جب مردار اور حرام جانوروں کو عند الضرورت جائز قرار دیا گیا ہے تو پھر پیشاب کے استعمال میں کیا پریشانی ہے؟

ڈاکٹر شبیر نے حدیث رسول ﷺ کو پرکھنے کے لئے خودساختہ اصول پیش کیا ہے کہ (ہر حدیث کو قرآن پر پیش کیا جائے) قرآن میں تو کسی بھی مقام پر اونٹنی کے پیشاب کو حرام قرار نہیں دیا گیا۔ لہٰذا یہ حدیث قرآن کے متعارض نہیں ہے۔

جدید سائنس کے ذریعے علاج نبوی ﷺ کی تائید

خلاصہ: جس طرح اضطراری کیفیت میں قرآن حرام اشیا کی رخصت دیتا ہے اس کیفیت کی بنا پر اونٹنی کے

(1)صحیح بخاری کتاب الطب باب الدواء بأبوال الابل رقم الحدیث 5686
2)سورۃ البقرۃ ۔آیت 173 (3)سورۃ البقرۃ ۔آیت 173

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

پیشاب کواس کے دودھ میں ملا کرایک مخصوص بیماری میں استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔

عکل اور عرینہ کے لوگوں میں جو بیماری تھی اسے موجودہ طبی سائنس میں پلیورل ایفیوزن (Pleural Effusion)اور ایسائٹیز(Ascites) کہا جاتا ہے۔یہ انتہائی موذی مرض ہے۔پلیورل ایفیوزن کے مریض کو بے حس کر کے پسلیوں کے درمیان آپریشن کر کے سوراخ کیا جاتا ہے۔اس سوراخ سے پھیپھڑوں میں چیسٹ ٹیوب(Chest Tube)داخل کی جاتا ہےاوراس ٹیوب کے ذریعہ سے مریض کے پھیپھڑوں کا پانی آہستہ آہستہ خارج ہوتا ہے،اس عمل کا دورانیہ 6 سے 8 ہفتہ ہے(اس مکمل عرصے میں مریض نا قابل برداشت درد کی تکلیف میں مبتلا رہتا ہے۔اور بعض اوقات تو وہ موت کی دعائیں مانگ رہا ہوتا ہے۔یہ حالت میں نے خود کراچی کے ہسپتالوں میں ان وارڈز کے دورے کے دوران دیکھی ہے)۔ایسائٹیز کے مریض کے پیٹ میں موٹی سرنج داخل کر کے پیٹ کا پانی نکالا جاتا ہے۔یہ عمل بار بار دہرایا جاتا ہے۔ان دونوں طریقوں میں مریض کو مکمل یا جزوی طور پر بے حس کیا جاتا ہے(1)

اللہ کے نبی ﷺ نے خیر القرون میں اس بیماری کا علاج اونٹنی کا دودھ اور پیشاب تجویز فرمایا تھا جو کہ آج بھی کار آمد ہے۔ڈاکٹر خالد غزنوی اپنی کتاب علاج نبوی اور جدید سائنس میں تحریر فرماتے ہیں:

’’ہمارے پاس اسی طرح کے مریض لائے گئے عموماً۔ 4 سال سے کم عمر کے بچے اس کا شکار تھے۔ہم نے محمد ﷺ کی اس حدیث پر عمل کیا اونٹنی کا دودھ اور پیشاب منگوایا اور دونوں کو ملا کران بچوں کا پلا دیا کچھ ہی عرصے بعدان کے پھیپھڑوں اور پیٹ کا سارا پانی پیشاب کے ذریعے باہر آگیا اور بچے صحت یاب ہو گئے۔وللہ الحمد،اور آج وہ جوان ہیں‘‘۔(2)

بارھواں(12)اعتراض:

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں:

’’رسول اللہ ﷺ نے فرمایا منگل خون کا دن ہے اس دن خون تھمتا ہی نہیں‘‘

(ابوداؤد حدیث:3862) (اسلام کے مجرم صفحہ:27)

Short Practice of Surgery page 698-703 & 948-950(1)

(2)علاج نبوی اور جدید سائنس جلد 3 باب Ascites

ازالہ:۔

یہ روایت سنن ابی داؤد میں موجود ہے:

عن كيسر بنت ابى بكر أن أبا ها كان ينهى أهله عن الحجامة يوم الثلاثا ء ويزعم عن رسول الله ﷺ أن يوم الثلاثاء يوم الدم وفيه ساعة لايرقأ.(1)

’’کیسر بنت ابی بکر سے روایت ہے کہ ان کے والد اپنے گھر والوں کو منگل کے روز حجامت سے منع فرماتے تھے ان کے زعم میں رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے کہ منگل کا دن خون کا دن ہے اور اس دن میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ اس میں خون تھمتا ہی نہیں۔‘‘

ڈاکٹر شبیر کی نقل کردہ روایت ضعیف ہے۔صاحب عون المعبود نے امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ

’’ أورده ابن الجوزى فى الموضوعات‘‘(2)

’’اس حدیث کوابن جوزی نے الموضوعات مین ذکر کیا ہے۔‘‘

اس کی سند میں ایک راوی بکار بن عبدالعزیز بن ابی بکرۃ الثقفی ہے۔جو کہ اس روایت کے قبول کرنے کے لئے حجت نہیں اوراس روایت کو قبول کرنے کی راہ میں حائل ہے۔امام محمد بن عمرو العقیلی فرماتے ہیں:

لايتابع على حديثه فى ترك الحجامة يوم الثلاثا ء الذى فيه ساعة لايرقأ فيها الدم (3)

’’بکار بن عبدالعزیز کی وہ روایت جس میں منگل کے روز حجامت سے منع فرمایا گیا ہے، کی کوئی متابعت نہیں ہے اس لئے وہ ضعیف ہے۔‘‘

مزید اس کی سند میں کیسۃ بنت ابی بکرۃ کے متعلق حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ

(1) ابو داؤد کتاب الطب باب متى تستحب الحجامة 3862 (2)عون المعبود جلد 10 صفحہ 192

(3)کتاب الضعفاء جلد 1 صفحہ 172،تهذيب التهذيب جلد 1 صفحہ 499

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

لا یعرف حالها (1)

''اس کا حال معروف نہیں۔''

الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

والحدیث ضعفه البیهقی (2)

''اس حدیث کو امام بیہقی نے ضعیف کہا ہے۔''

الغرض جب یہ روایت ضعیف ہے تو اس کا جواب دینا ضروری نہیں۔

ڈاکٹر شبیر خود کو اپنے تئیں بہت بڑا محقق گردانتے ہیں اور بقول ان کے ان کو مختلف زبانوں پر عبور بھی حاصل ہے جبکہ وہ احادیث و آثار نقل کرتے وقت کافی تساہل اور بے احتیاطی سے کام لیتے ہیں اکثر ان احادیث پر اعتراض کرتے ہیں جن کو محدثین کرام نے پہلے ہی من گھڑت و موضوع کہہ کر رد کر دیا ہے۔ مذکورہ بالا حدیث بھی اسی قبیل سے ہے۔ کاش ڈاکٹر شبیر روایات کو نقل کرنے سے پہلے تحقیق کر لیا کرتے تو اسے اعتراض کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔

تیرہواں (13) اعتراض:

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں،

ایک حسین عورت نبی ﷺ کے پیچھے مسجد نبوی میں نماز پڑھنے آیا کرتی تھی کچھ صحابہ جان بوجھ کر پیچھے کی صف میں شریک ہوتے تھے تا کہ رکوع کی حالت میں اسے جھانکتے رہیں۔ ہم اگلوں کو بھی جانتے ہیں اور پچھلوں کو بھی (اس آیت کا یہی مطلب امام ترمذی بیان کرتے ہیں یعنی اس عورت کو تاکنے والے) کیا صحابہ کا یہی کردار تھا ظاہر ہے کہ یہ روایت دشمنوں کی وضع کردہ ہے۔ (اسلام کے مجرم صفحہ:29)

ازالہ:۔

جامع ترمذی میں یہ روایت منقول ہے:

(1)تقریب التهذیب (2)انوار الصحیفه۔صفحه98

عن ابن عباس قال كانت امرأة تصلي خلف رسول الله ﷺ حسناء من أحسن الناس فكان بعض القوم يتقدم حتى يكون في الصف الأول لئلا يراها، ويستأخر بعضهم حتى يكون في الصف المؤخر ،فإذا ركع نظر من تحت إبطيه فأنزل الله (1) (وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ)(2)

''سیدنا عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ ایک خوبصورت سی عورت اللہ کے رسول ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے آیا کرتی تھی پس بعض لوگ صف اول میں داخل ہو جاتے تا کہ اس عورت کو نہ دیکھیں اور بعض پچھلی صفوں میں ہو جاتے پس جب رکوع کرتے تو اپنی بغلوں سے جھانک کر اس عورت کو دیکھتے پس اللہ رب العالمین نے یہ آیت نازل فرمائی: ہم خوب جانتے ہیں تم میں سے ان لوگوں کو جو آگے بڑھنے والے ہیں اور ان لوگوں کو جو پیچھے ہٹنے والے ہیں۔''

ڈاکٹر شبیر نے اس حدیث کے ترجمہ میں بہت زیادہ علمی خیانت کی ہے۔ حدیث کے الفاظ ''بعض القوم'' (کچھ لوگ) کا ترجمہ ''کچھ صحابہ'' کیا ہے جس سے ان کی حدیث و صحابہ دشمنی ظاہر ہوتی ہے۔ مزید براں ڈاکٹر موصوف لکھتے: ''اس آیت کا یہی مطلب امام ترمذی بیان کرتے ہیں یعنی اس عورت کو تاکنے والے''

یہ عبارت ڈاکٹر شبیر کی وضع کردہ ہے۔ یہ ایک جھوٹ ہے جو ڈاکٹر شبیر نے امام ترمذی پر چسپاں کیا ہے یہ قول جامع ترمذی میں کہیں منقول نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں منافقین بھی موجود تھے اور اس طرح کی حرکتیں ان ہی سے ممکن تھیں جیسا کہ غزوۂ حنین کے موقع پر منافقین نے یہ عذر بھی تراشا تھا کہ وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ ائْذَن لِّي وَلَا تَفْتِنِّي أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا (3) اور ان (منافقین میں سے) بعض وہ بھی ہیں جو کہتا ہے مجھے رخصت دے دو اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالو''۔ یعنی روم کی عورتیں بہت خوبصورت اور حسین ہوتی ہیں اور میں وہاں جا کر فتنہ میں نہ پڑ جاؤں (4) اب اس بات کو صحابہ کرام جیسی مقدس ہستیوں پر چسپاں کرنا ایک زبر دست بہتان ہے۔

(1)جامع ترمذی۔ کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الحجر رقم الحدیث 3122

(2)الحجر آیت 24 (3)سورۃ توبہ آیت49 (4)دیکھئے تفسیر ابن کثیر

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

اس روایت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کوئی حرف نہیں آتا کیونکہ روایت میں ہے " **ویستا خر بعضهم** ''بعض لوگ پیچھے صف میں ہوتے تھے۔تو یہاں مراد صحابہ رضی اللہ عنھم نہیں ہیں بلکہ ابو داؤدالطیالسی کی روایت میں ہے کہ

فکان أحدهم ینظر إلیهامن تحت إبطه (1)

''ان میں سے کوئی ایک اپنی بغلوں میں سے جھانک کر دیکھتا تھا۔''

محترم!ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کا کردار ایسا نہیں تھا۔وہ نہایت پاکباز ہستیاں تھیں جن کو اللہ رب العالمین نے معیار ہدایت بنایا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا (2)

''پس اگر وہ ایسا ایمان لے آئیں جیسا کہ ایمان تم (اے صحابہ !)لائے ہوتو وہ ہدایت پائیں گے۔''

صحابہ کرام تو صف اول کے لئے بڑی جدوجہد کیا کرتے تھےایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے وہ بھلا ایسی حرکت کس طرح کر سکتے تھے۔پچھلیصفوں میں تو عموماً منافقین ہوا کرتے تھے۔جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَىٰ (3)

''جب منافقین نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ولقد رأیتنا وما یتخلف عن الجماعة إلامنافق قد علم نفاقه (4)

''ہم جانتے ہیں کہ جماعت میں پیچھے رہ جانے والے صرف منافقین ہوتے تھے کہ جن کا نفاق واضح تھا''

عظیم محدث محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثم ماالمانع أن یکون أولٰئک الناس المستأخرون من المنافقین الذین یظهرون

(1)ابوداؤد الطیالسی رقم الحدیث 2712 (2)سورة البقرة۔آیت 137
(3)سورة النساء۔آیت 143
(4) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاة باب صلاة الجماعة من سنن الهدی حدیث1488

الاء یمان ویبطنون الکفر (1)

''پس اس بات کو کیا مانع ہے کہ پچھلی صفوں والے منافقین میں سے ہوں جو اپنے ایمان کا اظہار کرتے اور اپنے کفر کو چھپاتے ہوں''

الحمدللہ حدیث اعتراض سے بالکل پاک ہے۔

چودھواں(14)اعتراض:

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں:

خولہ بنت حکیم نے خود کو نبی کریم ﷺ کے لئے تحفتاً پیش کیا۔سیدہ عائشہ بولیں عورت کو ایسا کہتے شرم نہیں آتی۔نبی کریم ﷺ پر وحی نازل ہونے لگی تو سیدہ عائشہ بولیں یارسول اللہ ﷺ!میں تو یہ دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہشات کو پورا کرنے میں بہت جلدی کرتا ہے۔

(بخاری کتاب النکاح صفحہ:67)(اسلام کے مجرم صفحہ:27)

ازالہ:۔

یہ روایت صحیح بخاری میں ان الفاظ سے منقول ھے :

کانت خولة بنت حکیم من اللائی وهبن أنفسهن للنبی ﷺ فقالت عائشة أما تستحی المرأة أن تهب نفسها للرجل؟فلما نزلت (تُرْجِی مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ)قلت یا رسول الله ماأری ربک إلا یسارع فی هواک(2)

''سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا ان عورتوں میں سے تھیں جنھوں نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے لئے ہبہ کیا تھا پس عائشہ رضی اللہ عنہا نے (خبر ہونے پر) فرمایا کہ عورت کو شرم نہیں آتی کہ اپنا آپ کسی کو ہبہ کرے۔''

جب یہ آیت نازل ہوئی کہ (جس کو آپ چاہیں دور کر دیں اور جس کو چاہیں قریب کر لیں) تو میں

(1)سلسلة الاحادیث الصحیحة جلد 5صفحه 612رقم الحدیث 2472
(2)صحیحبخاری کتاب النکاح باب هل للمرأة ان تهب نفسها لأحد؟ رقم الحدیث 5113

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

(عائشہ رضی اللہ عنہا) نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہشات پوری کرنے میں جلدی کرتا ہے۔

ڈاکٹر شبیر نے خوامخواہ حدیث کو اعتراضاً نقل کیا ہے اس لئے کہ حدیث کا جواب قرآن میں بعینہٖ موجود ہے۔

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ .(1)

’’اور کوئی مومن عورت اگر اپنے آپ کو نبی ﷺ کے لئے ہبہ کر دے اگر نبی ﷺ اس کو اپنے نکاح میں لینا چاہیں تو یہ رعایت صرف آپ کے لئے ہے کسی مومن کے لئے نہیں۔‘‘

اب جو اعتراض حدیث پر ہو رہا ہے وہی قرآن پر وارد کیا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر شبیر نے مغالطہ دے کر حدیث کو مختصراً ذکر کیا ہے حالانکہ حدیث میں اس کا مفصل جواب موجود ہے جب خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کو اپنی ذات ہبہ کی تو اس کی اجازت کے لئے اس آیت کا نزول ہوا ’’تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِیْٓ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ‘‘(2) آپ جس بیوی کو چاہیں، علیحدہ کر دیں اور جسے چاہیں اپنے پاس (اپنے نکاح میں) رکھیں اور علیحدہ رکھنے کے بعد جسے چاہیں اپنے پاس واپس بلائیں آپ پر کوئی مضائقہ نہیں۔ یعنی آپ ﷺ کو اس کا اختیار دیا گیا تھا۔ جہاں تک عائشہ کا قول ہے کہ (عورت کو ایسا کہتے حیا نہیں آتی) تو یہ اس وقت کی بات ہے جب آیت کا نزول نہیں ہوا تھا اور جب آیت نازل ہو گئی تو ام المؤمنین عائشہ نے ایسے الفاظ کا اعادہ نہیں کیا۔

ڈاکٹر شبیر نے حدیث کا ترجمہ کیا ہے (خود کو نبی ﷺ کے لئے تحفتاً پیش کیا) اس طرز کے ترجمے کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ کی طرف فحاشی اور بے راہ روی کا انتساب کیا جا رہا ہے۔

ہبہ کا لغوی معنیٰ Gift اور تحفے کے ہیں مگر اس کا شرعی معنیٰ عقد و نکاح کے ہیں(3) اور اسکی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے کہ (**أَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا**) کہ نبی ﷺ اس سے نکاح کریں۔ کاش ڈاکٹر شبیر دیانت اور تحقیق کا دامن نہ چھوڑتے اور قرآن وحدیث کا صحیح مطالعہ کرتے تو اس طرح کی فاش غلطیوں کا ارتکاب نہ کرتے۔

---

(1)سورۃ الاحزاب۔آیت:50 (2)سورۃ الاحزاب۔آیت:51

(3)فتح الباری جلد 9 صفحہ 204

پندرہواں (15) اعتراض:

ڈاکٹر شبیر قمطراز ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیوی صفیہ سے کہا: او سرمنڈی ہلاک ہوئی۔‘‘

(بخاری کتاب الطلاق صفحہ 143)(اسلام کے مجرم صفحہ:31)

ازالہ:۔

صحیح بخاری میں یہ روایت ان الفاظ سے منقول ہے:

’’لما أراد رسول الله ﷺ أن ينفر إذا صفية على باب خبائها كئيبة فقال لها عقرى أو حلقى إنك لحابستنا أكنت أفضت يوم النحر ؟ قالت نعم قال فانفري إذاً‘‘(1)

’’سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب (حج وداع سے فارغ ہو کر) رسول اللہ ﷺ نے کوچ کا ارادہ فرمایا تو خیمے کے دروازے پر ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا کو رنجیدہ کھڑے دیکھا آپ ﷺ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ ’او سرمنڈی ہلاک ہوئی‘ تو شاید ہم کو روک کر رکھے گی کیا تو نے دسویں تاریخ کو طواف زیارت کیا تھا انھوں نے کہا: جی ہاں! کر چکی ہوں آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر ہمارے ساتھ کوچ کرو۔‘‘

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے جس جملے پر اعتراض کیا گیا ہے وہ ہے ’’او سرمنڈی ہلاک ہوئی‘‘۔ اور غالباً اعتراض یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اس طرح کے الفاظ کیونکر استعمال کر سکتے ہیں؟ یہ الفاظ تو بددعا کے لئے ہیں اور آپکو تو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا گیا تھا ذاتی تکالیف پہنچانے والوں کے لئے بھی آپ ﷺ نے کبھی بددعا نہیں کی۔

ڈاکٹر شبیر نے حدیث کا ایک حصہ نقل کیا ہے اگر وہ مکمل حدیث نقل کرتے تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا کو بددعا نہیں بلکہ محاورۃً اس طرح کے الفاظ استعمال فرمائے تھے۔

اہل عرب اس طرح کے محاورے عموماً استعمال کیا کرتے تھے۔ بعض احادیث میں اس طرح کے

---

(1)صحیح بخاری کتاب الطلاق باب قوله تعالى ولا يحل لهن أن يكتمن. رقم الحديث 5329

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

دیگر محاورے منقول ہیں۔مثلاً۔

(1) تربت يداك .... تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔

(2) رغم أنفك .... تیری ناک خاک آلود ہو۔

(3) ثكلتك أمك .... تیری ماں تجھ کو گم کردے۔

یہ الفاظ کلام عرب میں محاورۃً تنبیہ اور کسی کام کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ان کو کہنے کا مقصد نہ تو بددعا ہوتا ہے اور نہ ہی طعن وتشنیع مراد ہوتی ہے۔

ڈاکٹر شبیر نے خوامخواہ تحقیق ومطالعہ سے روگردانی کرتے ہوئے پوری حدیث ذکر نہیں کی بلکہ حدیث کا ایک ٹکڑا ذکر کرکے حدیث رسول ﷺ کو محل اعتراض بنادیا۔حالانکہ اردو زبان میں بھی اس طرح کے محاورات عام ہیں۔مثلاً

(1) دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا۔

(2) ساون کے اندھے کو ہرا ہی نظر آتا ہے۔

(3) اپنے منہ میاں مٹھو بننا۔وغیرہ وغیرہ

اگر ان محاورات کا انتساب کسی شخص کی طرف کیا جائے تو کیا اس سے یہ بات لازم آئے گی کہ منسوب الیہ شخص کو کتا،اندھا یا طوطا کہہ کر اسکو مطعون کیا جارہا ہے یقیناً ایسی بات نہیں تو پھر حدیث پر اعتراض چہ معنی دارد؟

بالفرض اگر اس سے مراد بددعا بھی لی جائے جو کہ محال ہے تو اس بددعا کو دعا پر محمول کیا جائے گا جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث ہے:

''میں نے اپنے رب سے شرط کرلی ہے کہ اگر میں کسی کو بددعا دوں اور وہ اس کا مستحق نہیں تو میری بددعا کو اس کے حق میں طہارت، پاکیزگی اور اپنے تقرب کا ذریعہ بنادے۔(1)

اور یہ کہنا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کبھی کسی کے لئے بددعا یا لعنت نہیں کی تو یہ بات بھی بالکل غلط ہے:
آپ ﷺ نے ایک مرتبہ نماز فجر کے آخری رکوع سے کھڑے ہوکر قنوت نازلہ پڑھی اور بعض

---

(1)صحیح مسلم باب من لعنه النبی ﷺ کتاب البر والصلة

لوگوں کے نام لے لے کر ان پر لعنت کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس سے منع فرمایا اور سورۂ آل عمران کی آیت نمبر 122 نازل ہوئی۔(صحیح بخاری:4559)

دوسری روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا کسی قوم پر بددعا کرنے کا ارادہ ہوتا یا دعا کرنے کا ارادہ ہوتا تو آپ ﷺ آخری رکوع سے کھڑے ہونے کے بعد قنوت نازلہ پڑھتے۔(بخاری:4560)

ایک حدیث میں ہے:

''اللہ کی لعنت ہو یہود ونصاریٰ پر کہ انھوں نے اپنے انبیا کرام کی قبروں کو عبادت گاہ اور سجدہ گاہ بنالیا۔

(بخاری: 3454،1390,1330,4351,435,4443,4444,5815,5816، 3453،436،مسلم 1184)

اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث میں بھی لعنت کا ذکر آتا ہے۔قرآن کریم میں 39 مقامات پر اللہ تعالیٰ نے کافرین وفاسقین پر لعنت کا ذکر فرمایا ہے۔اب جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے کیا نبی کریم ﷺ ان پر لعنت نہ فرمائیں گے،ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَاباً مُّهِيناً''

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں ان پر اللہ نے دنیا اور آخرت میں لعنت کی اور ان کے لئے ایک رسوا کن عذاب مہیا کردیا ہے''۔(سورۃ احزاب آیت:57)

اللہ تعالیٰ نے رسول کی تکلیف کو اپنی طرف منسوب فرمایا اور پھر ان لوگوں پر لعنت کی اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے یقیناً رسول اللہ ﷺ نے بھی ان پر لعنت فرمائی ہوگی۔بلکہ ایک مقام پر ذکر فرمایا کہ جو لوگ اللہ کے اتارے ہوئے احکامات لوگوں کو نہیں بتاتے ان پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں اور تمام لعنت کرنے والوں میں ظاہر بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھی شامل ہیں(ملاحظہ فرمائیں سورۃ البقرۃ آیت:159) اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کفر پر مرنے والے کافروں کے متعلق فرمایا کہ ان پر اللہ کی اور ملائکہ کی،تمام لوگوں کی لعنت ہے تمام لوگوں میں یقیناً نبی کریم ﷺ بھی شامل ہیں۔

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

سولھواں (16) اعتراض:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ساتویں آسمان کے اوپر ایک سمندر ہے اسکے اوپر سات پہاڑی بکرے ہیں ان بکروں پر عرش الٰہی ہے۔'' (جامع ترمذی بحوالہ حضرت عباس) اگر ہندو کہے کہ زمین گائے کے سینگوں پر قائم ہے تو اعتراض کیوں؟ (اسلام کے مجرم صفحہ:27)

ازالہ:۔

قارئین کرام!

یہ روایت جامع ترمذی میں موجود ہے(1)

ڈاکٹر شبیر نے یہاں بھی بے تحقیق حدیث کو تنقید برائے تنقید نقل کر دیا۔ حالانکہ محدثین اور اصحاب فنون اس روایت کو ضعیف کہہ کر پہلے ہی رد کر چکے ہیں کیونکہ مذکورہ حدیث کی سند میں ایک راوی ''عبداللہ بن عمیرہ'' ہے جس کا سماع احنف سے ثابت نہیں اور نہ ہی اس نے احنف کا دور پایا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں

لانعلم له سماعاً من الأحنف (2)

ہم اس (عبداللہ بن عمیرہ) کا احنف سے سماع نہیں جانتے۔

عصر حاضر کے عظیم محدث علامہ ناصر الدین البانیؒ نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے(3)

دوسری وجہ یہ ہے کہ ''سماک'' جو کہ مذکورہ حدیث کا ایک راوی ہے اگر کسی روایت میں متفرد ہو تو قابل حجت نہیں اور یہاں سماک متفرد ہے۔

امام نسائی فرماتے ہیں:

كان ربما لقن فائذا انفرد بأصل لم يكن حجة (4)

---

(1)جامع ترمذی کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الحاقۃ (1159/3/1)
(2)التاریخ الکبیر جلد 5صفحہ 159
(3)ضعیف ترمذی تفسیر الحاقۃ رقم الحدیث 3320
(4)تھذیب التھذیب جلد 3صفحہ 518-517

''یہ بعض اوقات تلقین کرتا تھا اور جب اصل روایت میں متفرد ہو تو حجت نہیں۔''

امام ابن العربی رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت حاشیہ میں فرماتے ہیں: یہ روایت اہل کتاب سے ماخوذ ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔(1)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اور ضعیف حدیث پر اعتراض فضول ہے۔

ستر ھواں (17) اعتراض:

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب نبی ﷺ نے ان سے نکاح کیا تو ان کی عمر 6 سال تھی جب ان سے خلوت کی گئی تو عمر 9 سال تھی۔ (صحیح بخاری کتاب النکاح صفحہ:75)(اسلام کے مجرم صفحہ:31)

ڈاکٹر شبیر اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''قرآن کے مطابق ذہنی اور جسمانی بلوغت نکاح کے لئے لازم ہے قرآن نکاح کو انتہائی سنجیدہ معاہدہ کہتا ہے بچے سنجیدہ معاہدہ کیسے کر سکتے ہیں اگر آپ کی بیٹی یا بہن 6 یا 9 سال کی ہے تو آپ اس موضوعہ روایت کا زہر محسوس کر سکتے ہیں''۔ (اسلام کے مجرم صفحہ:31)

ازالہ:۔

زیر بحث روایت صحیح بخاری میں موجود ہے جو کہ حدیث رسول اللہ ﷺ نہیں بلکہ عائشہ کا اپنا قول ہے کہ

أن النبی ﷺ تزوجها وهی بنت ست سنين وبنى بها وهى بنت تسع سنين (2)

''عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے چھ برس کی عمر میں نکاح کیا اور نو برس کی عمر میں رخصتی کی گئی''

(1) روایت کا ترجمہ کرتے وقت ڈاکٹر شبیر نے بنٰی کا ترجمہ خلوت کیا ہے جو کہ غلط ہے بنٰی کا معنی رخصتی ہے نہ کہ خلوت(3)

(2) اس روایت کو ڈاکٹر شبیر نے موضوع کہا ہے جبکہ ڈاکٹر موصوف جو جرح وتعدیل کی ابجد سے بھی واقف نہیں اور صحیح روایت کو اپنے مبلغ علم کی بنیاد پر ضعیف بھی نہیں بلکہ موضوع (من گھڑت) قرار دے رہے ہیں؟

---

(1)عارضۃ الأحوذی بشرح الترمذی
(2)صحیح بخاری کتاب النکاح باب تزویج الأب ابنة من الامام رقم الحدیث 5134
(3)النھایہ فی غریب الحدیث جلد 1صفحہ156

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

(3) کیا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بوقت رخصتی نابالغہ تھیں اور اگر نابالغہ تھیں تو قرآن نے کہاں نابالغہ سے نکاح ممنوع قرار دیا ہے:

(4) ڈاکٹر شبیر تحریر فرماتے ہیں: ''قرآن کے مطابق ذہنی اور جسمانی بلوغت نکاح کے لئے لازم ہے''۔ هذا بهتان عظيم ۔قرآن حکیم میں ایسا حکم کہیں موجود نہیں۔حالانکہ قرآن مجید تو اس کے بالکل برعکس اصول بیان کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالّٰٓـِٔىْ يَىٕسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـِٔىْ لَمْ يَحِضْنَ ۭ (1)

''اور تمھاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں اگر تمھیں کچھ شبہ ہو تو انکی عدت تین ماہ ہے اور ان کی بھی کہ جنھیں ابھی حیض شروع نہ ہوا ہو''

مندرجہ بالا آیت میں اللہ رب العالمین عدت کے قوانین بیان کر رہا ہے کہ،

(1) وہ عورتیں جنھیں حیض آنا بند ہو گیا ہو۔ان کی عدت تین ماہ ہے۔

(2) وہ عورتیں جنہیں ابھی حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہوان کی عدت بھی تین ماہ ہے (یعنی جو ابھی بالغ نہیں ہوئیں)۔

قارئین کرام!.

عورت پر عدت کے احکام خاوند کے انتقال کے بعد اور یا جب طلاق مل جائے اور یا وہ خلع حاصل کرے اس وقت لاگو ہوتے ہیں۔

اب وہ لڑکی جس کو ابھی حیض نہیں آیا (یعنی بالغ نہیں ہوئی) نکاح کے بعد اس کی عدت کا ذکر قرآن میں موجود ہے اور عدت منکوحہ کے لئے ہے لہٰذا کم سن کا نکاح اور عدت کا بیان قرآن مجید میں موجود ہے اب جو اعتراض حدیث پر ہے وہی قرآن پر بھی وارد ہوتا ہے۔

مزید برآں:

---

(1) سورۃ الطلاق ۔آیت :4

ہر ملک وعلاقے کے ماحول کے مطابق لوگوں کے رنگ وروپ، جسمانی وجنسی بناوٹ اور عادت واطوار جس طرح باہم مختلف ہوتے ہیں اسی طرح سن بلوغت میں بھی کافی تفاوت وفرق ہوتا ہے۔جن ممالک میں موسم سرد ہوتا ہے وہاں بلوغت کی عمر زیادہ ہوتی ہے اور جہاں موسم گرم ہوتا ہے وہاں بلوغت جلد وقوع پذیر ہو جاتی ہے۔مثلاً عرب ایک گرم ملک ہے۔وہاں کی خوراک بھی گرم ہوتی ہے جو کہ عموماً کھجور اور اونٹ کے گوشت پر مبنی ہوتی ہے۔اس لئے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا 9 سال کی عمر میں بالغ ہو جانا بعید از عقل نہیں۔ کیونکہ اسلاف نے ایسے بہت سے واقعات نقل فرمائے ہیں جو منکرین حدیث سے اوجھل ہیں صرف امی عائشہ رضی اللہ عنہا کا قصہ ہی کیوں زیر بحث ہے حالانکہ کئی حوالے اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ کوئی انوکھا معاملہ نہیں پہلے بھی اس قسم کے بہت سارے معاملات ہو چکے ہیں اور اب بھی اخباروں میں اس قسم کی خبریں موجود ہیں۔عرب کے معاشرے میں نو (9) سال کی عمر میں بچہ جنم دینا اور اس عمر میں نکاح کرنا رواج تھا پر ان لوگوں کے لئے یہ کوئی حیرت کی بات نہیں تھی۔مثلاً،

(1) ابو عاصم النبیل کہتے ہیں کہ میری والدہ ایک سو دس (110) ہجری میں پیدا ہوئیں اور میں ایک سو (122) ہجری میں پیدا ہوا۔(1)

یعنی بارہ سال کی عمر میں ان کا بیٹا پیدا ہوا تو ظاہر ہے کہ ان کی والدہ کی شادی دس سے گیارہ سال کی عمر میں ہوئی ہوگی۔

(2) عبداللہ بن عمرو اپنے باپ عمرو بن عاص سے صرف گیارہ سال چھوٹے تھے۔(2)

(3) ہشام بن عروہ نے فاطمہ بنت منزر سے شادی اور بوقت زواج فاطمہ کی عمر نو سال تھی۔(3)

(4) عبداللہ بن صالح کہتے ہیں کہ ان کے پڑوس میں ایک عورت نو سال کی عمر میں حاملہ ہوئی اور اس روایت

---

(1) سیر اعلا النبلاء جلد7رقم1627

(2) تذکرۃ الحفاظ جلد1ص93

(3) الضعفاء للعقیلی ، جلد4رقم 1583، تاریخ بغداد 222/1

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

میں یہ بھی درج ہے کہ ایک آدمی نے ان کو بتایا کہ اس کی بیٹی دس سال کی عمر میں حاملہ ہوئی۔(1)
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کی شادی نو سال کی عمر میں عبداللہ بن عامر سے کرائی (تاریخ ابن عساکر جلد 70)۔اس کے لئے امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ایک واقعہ نقل فرمایا ہے کہ عباد بن عباد المھلبی فرماتے ہیں میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ اٹھارہ سال کی عمر میں نانی بن گئی نو سال کی عمر میں اس نے بیٹی کو جنم دیا اور اس کی بیٹی نے بھی نو سال کی عمر میں بچہ جنم دیا۔(سنن دار قطنی جلد 3 کتاب النکاح رقم 3936)ان دلائل کے علاوہ اور بھی دلائل موجود ہیں جو کہ طالب حق کے لئے کافی اور شافی ہونگے۔(2)ان شاءاللہ۔
ماضی قریب میں بھی اسی طرح کا ایک واقعہ رونما ہوا کہ 8 سال کی بچی حاملہ ہوئی اور 9 سال کی عمر میں بچہ جنا۔(3)
دور حاضر کے نامور اسلامک اسکالر ڈاکٹر ذاکر نائیک اپنے ایک انٹرویو میں فرماتے ہیں: ''حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں میرے ذہن میں بھی کافی شکوک وشبہات تھے۔بطور پیشہ میں ایک میڈیکل ڈاکٹر ہوں۔ایک دن میرے پاس ایک مریضہ آئی جس کی عمر تقریباً 9 سال تھی اور اسے حیض آرہے تھے۔تو مجھے اس روایت کی سچائی اور حقانیت پر یقین آگیا''۔(4)علاوہ ازیں روزنامہ جنگ کراچی میں 16 اپریل 1986ء کو ایک خبر مع تصویر کے شائع ہوئی تھی جس میں ایک نو سال کی بچی جس کا نام (ایلینس) تھا اور جو برازیل کی رہنے والی تھی بیس دن کی بچی کی ماں تھی اس لڑکی اور اس کی بچی کی تصویر کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔قرآن میں اللہ رب العالمین نے نوح علیہ السلام کی طویل العمری کا ذکر فرمایا ہے کہ:

فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَاماً (5)

''نوح اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال ٹھہرے''

یہ بات بھی ناقابل اعتبار اور عقل کے خلاف نظر آتی ہے تو اس کا آپ کیا جواب دیں گے؟ پس جو جواب آپ دیں گے وہی جواب اس حدیث کا بھی سمجھ لیں۔

فما جوابكم فهوجوابنا فلله الحمد

---

(1)کامل لابن عدی جلد5رقم 1010

(2)الحمدللہ میرے ایک پروگرام میں ایک منکرین حدیث نے اس مسئلہ پر مجھ سے سوال کیا اور جب اسکو اس سوال کا جواب تسلی بخش مل گیا تو الحمدللہ اسی وقت رجوع کرلیا۔

(3)روزنامہ DAWN 29مارچ1966

(4)ARYپر ڈاکٹر شاھد مسعود کے ساتھ ایک نشست ،دیکھنے کے لئے ھماری websiteوزٹ کریں www.wkrf.net .

(5)سورۃ العنکبوت۔آیت 14

اٹھارہواں(18)اعتراض:

صحیح بخاری کتاب النکاح صفحہ: 182 اور کتاب البیوع صفحہ: 778 پر لکھا ہے کہ خیبر کا قلعہ فتح ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ سے (یہودی عورت) صفیہ کا حسن وجمال بیان کیا گیا۔اس کا شوہر مارا گیا تھا اور وہ نئی دلہن تھی رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے لئے منتخب کرلیا پھر آپ نے خیبر اور مدینہ منورہ کے درمیان ٹھہر کر صفیہ سے خلوت وصحبت کی (خلاصہ حدیث) نہ صرف ان دونوں احادیث میں نکاح کا ذکر نکال دیا گیا ہے بلکہ یہ تک کہا گیا ہے کہ صحابہ کو معلوم ہی خلوت کے بعد ہوا کہ صفیہ ام المؤمنین بن گئی ہیں۔

(اسلام کے مجرم صفحہ:33)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر نے جس حدیث کا خلاصہ پیش کیا ہے اس روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے تقریباً 32 جگہ مختصر ومفصل ذکر فرمایا ہے۔

حیرت کی بات ہے کہ ڈاکٹر شبیر نے حدیث کا سرسری مطالعہ کرکے اور حدیث کے اختصار کو سامنے رکھ کر حدیث کو محل اعتراض بنادیا۔اگر وہ صرف تھوڑی سی تحقیق کرلیتے اور صحیح بخاری میں موجود اس حدیث کے تمام طرق جمع کرلیتے تو ان کو اس قسم کے بے ہودہ اعتراض اور غلط بیانی سے کام نہ لینا پڑتا۔

ڈاکٹر صاحب کو اس حدیث پر جو اعتراض ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(1) رسول اللہ ﷺ سے صفیہ رضی اللہ عنہا کا حسن وجمال بیان کیا گیا۔

(2) رسول اللہ ﷺ نے بغیر نکاح ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا سے خلوت کی۔

(3) صحابہ کو خلوت کے بعد معلوم ہوا کہ صفیہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین بن چکی ہیں۔

اب صحیح بخاری کی حدیث کا جزء ملاحظہ فرمائیں۔

''فأصبنا ها عنوة فجمع السبى فجاء دحية فقال يا نبى الله أعطنى جارية من السبى قال اذهب فخذ جارية فأ خذ صفيه بنت حيى فجاء رجل إلى ا لنبى ﷺ فقال يا نبى الله أعطيت دحية صفية بنت حيى سيدة قريظة و النضير؟ لاتصلح إلالک قال

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

ادعوه بها . فجاء بها فلما نظر إليها النبی قال خذ جارية من السبی غيرها قال فأعتقها النبی ﷺ وتزوجها (1)

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''پس جب ہم نے لڑ کر خیبر فتح کرلیااور قیدیوں کو جمع کرنا شروع کردیا گیا تو سیدنا دحیہ رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کیا کہ قیدیوں میں سے کوئی باندی مجھے عنایت کیجئے ۔آپ نے فرمایا کہ جاؤ اور کوئی باندی لے لوتو انھوں نے صفیہ بنت حیی کو اپنے لئے پسند کرلیا۔اتنے میں ایک شخص حاضر ہوااوراس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! صفیہ قریظہ اور نضیر کے سردار کی بیٹی ہیں ۔انھیں آپ نے دحیہ کو دے دیا ہے۔وہ تو صرف آپ ہی کے لئے مناسب تھیں۔اس پر آپ نے فرمایا کہ دحیہ کو صفیہ کے ساتھ بلاؤ پس جب نبی ﷺ نے انھیں دیکھا تو دحیہ سے کو فرمایا کہ قیدیوں میں سے کوئی اور باندی لے لو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے صفیہ کو آزاد کر کے انھیں اپنے نکاح میں لے لیا۔''

قارئین کرام!

ڈاکٹر شبیر نے خلاصہ حدیث کے نام پر جو مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے صحیح بخاری کی اس روایت نے اس مغالطہ کو بالکل صاف اورواضح کردیا ہے۔

(1)مذکورہ حدیث میں نہ صرف رسول اللہ ﷺ کے نکاح کا ذکر موجود ہے بلکہ اسی روایت کے آخر میں ولیمہ کا تذکرہ بھی ہے۔فتدبر۔

(2)مذکورہ حدیث میں صفیہ بنت حیی کا حسن وجمال نہیں بلکہ حسب ونسب بیان کیا گیا تھا۔جس کو اہل عرب بڑے عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اسی وجہ سے اس شخص نے عرض کیا تھا کہ '' لاتصلح إلا لک ''۔کہ یہ صرف آپ کے لئے ہی مناسب ہیں اور پھر اس نکاح کے برکات کا ثمرہ تھا کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا کے قبیلے کے تمام قیدیوں کو آزاد کردیا۔

(3)چند صحابہ جن کو اللہ کے رسول ﷺ کے نکاح کا علم نہ ہوا تو انھوں نے ایک اندازہ لگایا کہ اگر صفیہ رضی اللہ عنہا پردہ کرتی ہیں تو ام المؤمنین ہیں وگرنہ انکو باندی شمار کیا جائے گا اور جب صفیہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کیا تو وہ سمجھ گئے کہ آپ نے نکاح کرلیا ہے اور جب اللہ کے رسول ﷺ نے ولیمہ کی دعوت کی

(1)صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب مایذکر فی الفخذ رقم الحدیث 371

اور تمام اصحاب اس میں شریک ہوئے تو تمام اصحاب رسول ﷺ کو خبر ہوگئی کہ صفیہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین بن گئی ہیں۔

ڈاکٹر شبیر کا یہ کہنا کہ اصحاب رسول کو خلوت کے بعد معلوم ہوا کہ صفیہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین بن گئی ہیں سراسر غلط بیانی ہے۔اس لئے کہ صحابی رسول اللہ ﷺ نے ہی آپ کی توجہ اس طرف دلائی اور صحابیہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ان کو دلہن بنایا اور دحیہ رضی اللہ عنہ کو صفیہ رضی اللہ عنہا کے عوض سات لونڈیاں عطا کی گئیں۔پھر بھی یہ کہنا کہ اصحاب رسول کو خبر نہ ہوئی۔چہ معنی دارد۔

اب خلاصہ حدیث یہ ہے کہ،

فتح خیبر کے بعد جب قیدیوں کو جمع کیا گیا تو ان میں ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں اور وہ ابھی نئی نویلی دلہن تھیں ان کا شوہر جنگ میں مارا گیا تھا دحیہ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنی لونڈی بنالیا بعض اصحاب رسول نے اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کیا کہ وہ قبیلہء قریظہ ونضیر کے سردار کی بیٹی ہیں اور آپ کے لئے ہی مناسب ہیں آپ ﷺ نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لئے منتخب فرمالیا اور ان کے بدلے دحیہ رضی اللہ عنہ کو سات لونڈیاں عنایت فرمائیں پھر آپ نے صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا ام سلیم رضی اللہ عنہا نے آپ کو دلہن بنایا اور آپ نے خلوت فرمائی اور دوسرے دن آپ ﷺ نے دعوت ولیمہ کی۔

مندرجہ بالا خلاصہ حدیث کو غور سے دوبارہ پڑھیں آپ کو اس میں کوئی اعتراض نظر نہیں آئے گا۔ ان شاءاللہ۔

اگر کوئی شخص محض تنقید وتعصب کی نگاہ سے کسی بھی چیز کا مطالعہ کرے گا جیسا کہ ڈاکٹر شبیر نے کیا تو اسے ہر بات میں اعتراض ہی نظر آئے گا اگر قرآن مجید کا اسی نگاہ سے مطالعہ کریں جو ڈاکٹر شبیر نے حدیث کے لئے استعمال کی ہے تو یقیناً قرآن مجید بھی نہیں بچ سکتا۔

انیسواں(19)اعتراض:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''عورت پسلی کی مانند ٹیڑھی ہے اگر اسے سیدھا کرنے کی کوشش کروگے تو ٹوٹ جائے گی اسے ٹیڑھی رہنے دو اور فائدہ اٹھاتے چلے جاؤ''(بخاری کتاب النکاح صفحہ:90)صاحبو! یہاں یوں لگتا ہے کہ یہود ونصاریٰ نے بائبل کی روایت ہماری صحیح بخاری میں ڈال دی ہے قرآن نہیں کہتا کہ عورت کو پسلی سے پیدا کیا گیا۔ (اسلام کے مجرم صفحہ:33)

ازالہ:۔

صحیح بخاری میں یہ روایت ان الفاظ سے منقول ہے:

”عن أبی ھریرۃ أن رسول اللہ ﷺ قال المرأۃ کالضلع إن أقمتھا کسرتھا و إن استمتعت بھا استمتعت بھا وفیھا عوج (1)

”سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت پسلی کی مانند ہے اگر تم اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو توڑ دو گے اس سے فائدہ اٹھاؤ اور اسے ٹیڑھی ہی رہنے دو۔“

قارئین کرام!

(1) ڈاکٹر شبیر کو اس حدیث پر اعتراض ہے کہ عورت کو پسلی سے تشبیہ دی گئی ہے اور اسکو ”ٹیڑھی“ کہا گیا ہے۔

اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے نصیحت فرمائی کہ عورت سے زیادہ سختی نہ کرو اس کو سیدھا کرنے کے چکر میں کہیں اس کو توڑ نہ دینا کہ جس طرح پسلی کو سیدھا کرنے سے وہ سیدھی تو نہیں ہوتی مگر ٹوٹ جاتی ہے تو اسی طرح عورت کو توڑ نہ بیٹھنا اور عورت کو توڑنا کیا ہے وہ طلاق ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت ہے:

”**وإن ذھبت تقیمھا کسرتھا و کسرھا طلاقھا**“ (2) ”اگر تم عورت کو سیدھا کرنا چاہو گے تو اسکو توڑ بیٹھو گے اور اسکو توڑنا اسکو طلاق دے دینا ہے۔“

اور صحیح بخاری کی روایت میں ہے ”**استوصوا بالنساء**“ (3) ”عورتوں سے اچھا سلوک کرو۔“

یہ حدیث عورتوں کے حقوق کے لئے ہے نہ کہ ان کی تنقیص کے لئے جیسا کہ ڈاکٹر شبیر نے مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔

(2) دوسرا اعتراض ”عورت کو پسلی سے پیدا کیا گیا ہے (4) یہ بات قرآن مجید میں موجود نہیں“۔ تو اسکا

(1) صحیح بخاری کتاب النکاح باب المدارۃ مع النساء رقم الحدیث 5184

(2) صحیح مسلم کتاب الرضاع باب الوصیۃ بالنساء رقم الحدیث 1468

3) صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب خلق آدم رقم الحدیث 3331

4) صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب خلق آدم رقم الحدیث 3331

جواب یہ ہے کہ قرآن میں یہ بھی نہیں کہ عورت کو پسلی سے پیدا نہیں کیا گیا۔ بلکہ قرآن مجید میں اسکا اشارہ موجود ہے کہ عورت کو آدم علیہ السلام سے پیدا کیا گیا ہے:

یَا أَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا (1)

”اے لوگوں! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اسکی بیوی کو پیدا کیا۔“

اب اگر حدیث نے اس کی تشریح پسلی سے کردی تو اس پر اعتراض کیوں؟ رسول اللہ ﷺ قرآن کریم کے مفسر ہیں (النحل: 44) اور قرآن کریم کی آیت کی جو تفسیر و تشریح اور توضیح آپ بیان فرمائیں گے وہ وحئ الٰہی کی روشنی میں ہوگی (النجم آیت: 3,4) اس لئے نبی کریم ﷺ کی تفسیر و توضیح پر اعتراض درحقیقت قرآن مجید پر اعتراض ہے۔

(3) ڈاکٹر شبیر کا تیسرا اعتراض ہے کہ یہود و نصاریٰ نے بائبل کی روایت کو صحیح بخاری میں ڈال دیا۔

قرآن مجید میں اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

إِذْ قَالَ یُوسُفُ لِأَبِیْہِ یَآ أَبَتِ إِنِّیْ رَأَیْتُ أَحَدَ عَشَرَ کَوْکَباً وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَیْتُھُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ (2)

”جب یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والد سے کہا کہ میں نے گیارہ ستاروں اور سورج و چاند کو (خواب میں) دیکھا کہ وہ سب مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔“

یوسف علیہ السلام کے اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ ایک طویل حادثاتی عرصے کے بعد جب ان کے تمام بھائی اور والدین ان کے پاس مصر پہنچے تو ان کے لئے سجدہ ریز ہوگئے۔ (3) اب اگر کوئی اعتراض کرے کہ سجدہ تو صرف اللہ کے لئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”**فَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ وَاعْبُدُوْا**“ پس تم اللہ ہی کو سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو“۔ یہاں تو ایک نبی دوسرے نبی کو سجدہ کر رہے ہیں۔

اب اگر ڈاکٹر شبیر صاحب قرآن کریم کی اس بات پر یوں لب کشائی فرمائیں:

صاحبو! یہاں یوں لگتا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے بائبل (4) کی روایت ہمارے قرآن میں ڈال دی ہے۔

1) سورۃ النسآء۔ آیت: 1　　2) سورۃ یوسف۔ آیت: 4　　(3) سورۃ یوسف۔ آیت: 100

(4) کیا میں اور تیری ماں اور تیرے بھائی سچ مچ تیرے آگے زمین پر جھک کر سجدہ کریں (بائبل پیدائش 10:37)

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

ہم اس اعتراض کا کیا جواب دیں گے؟ ہم صرف تاویل کریں گے اور یقیناً کریں گے تو پھر رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے لئے الگ معیار کیوں؟ جس طرح قرآن کریم کی آیات کی تاویل ضروری ہے تو اسی طرح اگر احادیث میں کوئی الجھن ہوگی تو اس کی بھی تاویل کی جائے۔

بیسواں (20) اعتراض :

''سلیمانؑ نے ایک رات میں ایک سو بیویوں کے ساتھ مباشرت کی۔'' (بخاری کتاب النکاح ص:110)

ملاحظہ فرمایئے ایک رات چند گھنٹے اور اللہ کا ایک عالی مقام پیغمبر (اسلام کے مجرم، صفحہ:34)

ازالہ:

ڈاکٹر شبیر کو سلیمان علیہ السلام کے اس عمل پر اعتراض ہے کہ سلیمان علیہ السلام ایسا کیسے کر سکتے ہیں یعنی ایک رات میں سو 100 بیویوں سے مباشرت چند گھنٹوں میں کیسے ممکن ہے۔ ہم اگر قرآن مجید کا بغور مطالعہ کریں تو ہمیں سلیمان علیہ السلام کی کچھ مزید خصوصیات نظر آتی ہیں۔ مثلاً

غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ج (1) ''(ہوا سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دی گئی) وہ صرف صبح کے وقت ایک مہینے کی مسافت طے کیا کرتی تھی اور شام کے وقت بھی ایک مہینے کی مسافت طے کرتی تھی''

عُلِّمْنَا مَنطِقَ الطَّيْرِ (2) ''ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے''

اب تاریخ انسانی میں کوئی ایسا انسان نہیں جس کے لئے ہوا کو تابع کر دیا گیا ہو یا وہ پرندوں سے باتیں کرتا ہو چیونٹیوں کی باہمی گفتگو سنتا ہو اور اسے سمجھتا ہو۔ یہ چیزیں تو ہمیں ''داستان امیر حمزہ'' ''الف لیلیٰ'' حاتم طائی وغیرہ کے بے سرو پا قصوں میں ملتی ہیں اور اگر قرآن مجید کو ''تنقید کی نگاہ'' سے دیکھا جائے تو مندرجہ بالا آیات عقلی معیار پر پورا نہیں اترتیں اور محل نظر محسوس ہوتی ہیں مگر اس کے باوجود ہم صرف اس لئے ان پر ایمان و یقین رکھتے ہیں کہ یہ تمام قصص قرآن میں موجود ہیں اور وہ سچی کتاب ہے تو اب اگر حدیث میں اس طرح کے کچھ واقعات ذکر کئے گئے ہوں تو ان پر اعتراض کیوں؟

الغرض جب اسطرح کی ماورائے عقل باتیں سلیمان علیہ السلام میں پائی جاتی ہوں تو یہ بھی ممکن ہے کہ ان میں بے پناہ مردانہ قوت بھی ہو۔ کیونکہ قرآن کے عمومی بیان سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انبیا کو بے پناہ

1)سورة سبا۔ آیت 12 2)سورة النمل۔آیت 16

طاقت حاصل تھی۔ مثلاً، موسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں آتا ہے کہ

فَوَكَزَهُ مُوسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ (1) ''موسیٰ نے اس کو مکہ مارا اور وہ مر گیا۔''

کیا ہم کسی کو مکہ مار کر قتل کر سکتے ہیں؟ مگر ایک نبی کی جسمانی طاقت سے ایسا ممکن ہو گیا۔

داؤد علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں ذکر ہے:

وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ (2) ''ہم نے اس کے لئے لوہے کو نرم کر دیا''

لوہے جیسی سخت چیز داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں آکر نرم ہو گئی کیا دنیا کا سب سے زیادہ طاقتور انسان ایسا کر سکتا ہے مثلاً آرنلڈ شیواز ینگر جسے 7 مرتبہ دنیا کا طاقت ور ترین انسان تسلیم کیا گیا کیا وہ لوہے کو ہاتھ سے توڑ موڑ کر زرہ بنا سکتا ہے؟ مگر انبیا کو ایسی قوت و صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں۔

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ

أنه أعطى قوة ثلاثين (3) ''آپ ﷺ کو تیس مردوں کے برابر قوت عطاء کی گئی۔''

دوسرا یہ اعتراض کہ چند گھنٹوں کی رات میں ایسا کس طرح ممکن ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ رات عموماً 12 گھنٹوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ بالفرض اگر 3 منٹ کا اوسطاً حساب لگایا جائے (جو کہ ایک صحت مند انسان کے لئے بہت ہوتا ہے)100 سے 3 کو ضرب دیا جائے تو وقت کے لحاظ سے تقریبا 5 گھنٹے بنتے ہیں۔ اور 7 گھنٹے پھر بھی فاضل بچتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو ایک ہی رات میں معراج کرائی گئی جس میں آپ کو بیت المقدس کے علاوہ آسمانوں کی بھی سیر کرائی گئی۔ اور ایک رات میں ایسا ہونا ناممکن ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ حدیث پر اعتراض بالکل فضول ہے۔

اکیسواں (21) اعتراض:

رسول اللہ ﷺ نے زینبؓ بنت جحش کے پاس شہد پیا۔ دیگر امہات المومنین نے منصوبہ بنایا کہ جس بیوی کے پاس جائیں گے وہ یہی کہے گی ہمیں آپ کے منہ سے بدبو آرہی ہے۔

(بخاری کتاب الطلاق صفحہ:120) (اسلام کے مجرم صفحہ:35)

1)سورة القصص۔آیت 15

2)سورة سبا۔آیت 10

3)صحیح بخاری کتاب الغسل باب اذا جامع ثم عاد رقم الحدیث 268

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

ازالہ:۔

مذکورہ روایت صحیح بخاری میں ان الفاظ سے منقول ہے کہ:

عن عائشہ أن النبی ﷺ کان یمکث عند زینب ابنة جحش ویشرب عندھا عسلاً فتوا صیت أنا وحفصة أن أیتنا دخل علیھا النبی ﷺ فلتقل إنی لأ جد منک ریح مغافیر أکلت مغافیر فدخل علی إحداھما فقالت له ذلک فقال لابأس شربت عسلًا عند زینب بنت جحش ولن أعودله فنزلت. (یاأیھا النبی لم تحرم ما أحل الله لک)إلی (إن تتوبا إلی الله (1)

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس ٹھرتے اور شہد نوش فرماتے تھے تو میں نے اور حفصہ رضی اللہ عنہا نے مل کر یہ صلاح کی کہ ہم میں سے کسی کے گھر میں بھی رسول اللہ ﷺ داخل ہوں تو وہ یہ کہے' میں آپ کے پاس سے مغافیر (ایک بووالا پھل) کی بومحسوس کر رہی ہوں کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے۔ پس جب اللہ کے رسول ﷺ ان میں سے کسی ایک کے پاس گئے توانھوں نے ایسا ہی کہا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی بات نہیں میں نے تو زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں شہد پیا ہے اور اب ہرگز نہیں پیوں گا پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ **یَا أَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ** ج (2)''

ڈاکٹر شبیر نے اس روایت کو بغیر کسی تبصرے کے نقل کیا ہے شاید انھیں اس بات پر اعتراض ہے کہ روایت مذکورہ سے ازواج مطہرات پر الزام آتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف منصوبہ بندی کرتی تھیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے:

یَا أَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ج تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ أَزْوَاجِکَ ط (2)

''اے نبی ﷺ! جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کر دیا اسے آپ کیوں حرام کرتے ہیں (کیا) آپ اپنی بیویوں کی رضامندی چاہتے ہیں''

اس آیت سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ نبی ﷺ نے کوئی چیز اپنے اوپر بیویوں کی رضامندی کے لئے حرام کر لی تھی۔ جس پر اللہ کی طرف سے تنبیہ نازل ہوئی۔ مزید ارشاد ہے:

---

(1) صحیح بخاری کتاب الطلاق باب لم تحرم ما احل اللہ لک رقم الحدیث :5267

(2) سورۃ التحریم آیت :1

وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِیُّ إِلٰی بَعْضِ أَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا ج فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهٖ وَأَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ ج فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَکَ هٰذَا ط قَالَ نَبَّأَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ (1)

''اور جب نبی (ﷺ) نے ایک بات اپنی ایک بیوی سے راز میں کہی پھر جب اس بیوی نے وہ بات (دوسری کو) بتادی اور اللہ نے نبی (ﷺ) کو اس کی اطلاع دے دی تو نبی نے اس کے کچھ حصے سے اسے آگاہ کیا اور کچھ سے درگزر کیا۔ پھر جب نبی نے یہ اسے یہ بات بتائی تو اس نے کہا: آپ کو اس کی کس نے خبر دی؟ نبی (ﷺ) نے کہا کہ مجھے اس نے خبر دی جو سب کچھ جاننے والا اور خوب باخبر ہے۔''

مذکورہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی دو بیویوں نے کچھ خفیہ منصوبہ بندی کی تھی جس کی خبر اللہ رب العزت نے بذریعہ وحی فرمادی اور یہ منصوبہ بندی کس کے خلاف تھی اگلی آیت واضح کر رہی ہے:

إِنْ تَتُوْبَآ إِلَی اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا وَإِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَلَائِکَةُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَهِیْرٌ (2)

''(اے نبی کی دونوں بیویو!) اگر تم دونوں توبہ کر و تو یہ تمھارے لئے بہتر ہے کیونکہ تمھارے دل راہ راست سے ہٹ گئے ہیں اور اگر نبی کے خلاف تم نے گروہ بندی کی تو پس اس کا کارساز یقیناً اللہ ہے اور جبریل ہیں اور صالح مومنین اور ان کے علاوہ فرشتے بھی مددکرنے والے ہیں۔''

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کی بیویوں سے کچھ غلطی سرزد ہوئی تھی اور انھوں نے نبی ﷺ کے خلاف صلاح ومشورہ کیا تھا تو اس پر اللہ کی طرف سے تنبیہ نازل ہوئی۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ نبی ﷺ نے اپنی کچھ ازواج کی رضامندی کے لئے اپنے اوپر کچھ حرام کر لیا اور پس منظر میں یہ منصوبہ ازواج مطہرات میں سے دو بیویوں نے بنایا تھا جس کی خبر اللہ کے نبی ﷺ کو بذریعہ وحی کر دی گئی بعد میں ان ازواج کو سخت تنبیہ کی گئی۔

زیر بحث حدیث ان آیات کی تشریح وتوضیح کرتی ہے۔ بلکہ جس قدر سخت الفاظ قرآن نے استعمال کئے ہیں حدیث میں تو ایسا کچھ بھی نہیں ہے اب جو اعتراض حدیث پر وارد ہوتا ہے قرآن مجید پر بھی وہی اعتراض لازم آتا ہے پس جو جواب قرآن کا ہے وہی حدیث کا بھی سمجھ لیں۔

---

1) سورۃ التحریم۔ آیت :3 2) سورۃ التحریم، آیت:4

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

بائیسواں (22) اعتراض:

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں:

عائشہؓ بولیں: ہائے سر پھٹا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کاش میری زندگی میں ایسا ہوجاتا عائشہ بولیں: آپ میری موت چاہتے ہیں کہ اگلی رات دوسری بیوی کے پاس گزاریں۔

(بخاری کتاب الطب صفحہ:243) (اسلام کے مجرم صفحہ:36)

ازالہ:۔

بہت افسوس کی بات ہے کہ ڈاکٹر شبیر نے حدیث رسول ﷺ میں خرد برد اور تحریف کا ارتکاب کیا ہے حدیث کو کچھ کا کچھ کر ڈالا ہے۔ اب ہمیں ''مجید نظامی'' چیف ایڈیٹر نوائے وقت کے یہ الفاظ محل ہوتے نظر محسوس ہوتے ہیں ''وہ (ڈاکٹر شبیر) سادگی، سچائی، شفقت ومحبت، امانت ودیانت اور صاف دلی کے پیکر کے چنڈے ہوئے ہیں''

(اسلام کے مجرم صفحہ:7)

اب آتے ہیں حدیث مذکورہ کی طرف جو صحیح بخاری میں مرقوم ہے:

''قالت عائشة وارأساه فقال رسول الله ﷺ ذاک لو کان وأنا حی فأستغفر لک وأدعو لک فقالت عائشة واثکلیاه والله إنی لأ ظنک تحب موتی ولو کان ذاک لظللت آخر یومک معرساً ببعض أزواجک فقال النبی ﷺ بل أنا وارأساه .الحدیث (1)''

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سر میں درد تھا اور وہ کہہ رہی تھیں کہ ہائے میرا سر پھٹا جارہا ہے آپ ﷺ نے فرمایا (کہ تجھ کو کیا فکر) اگر تو میری زندگی میں مرجائے گی تو میں تیرے لئے دعا اور استغفار کرونگا۔ تب وہ کہنے لگیں: ہائے مصیبت اللہ کی قسم میرا خیال ہے کہ آپ میری موت چاہتے ہیں۔ میرے مرتے ہی اسی دن شام کو دوسری بیوی کے ساتھ ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہائے میرا سر۔''

قارئین کرام! اس حدیث میں کیا کوئی اعتراض ہے؟ نہیں! اس روایت کے مزید کچھ طرق جمع کئے

---

(1) صحیح بخاری کتاب المرضی باب مارخص للمریض رقم الحدیث 5665

جائیں تو خلاصہ یہ ہوتا ہے:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سر میں درد تھا جس کی وجہ سے وہ کہہ رہی تھیں کہ ہائے میرا سر! جب رسول اللہ ﷺ نے یہ سنا تو فرمایا کہ تجھ کو کیا فکر ہے اگر تو میری زندگی میں مرگئی تو میں تیرے لئے استغفار کرونگا ایک روایت میں ہے۔ میں تیرا جنازہ پڑھوں گا اور تجھ کو دفن کرونگا۔(1) اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ آپ ﷺ تو میری موت چاہتے ہیں تا کہ اس شام اپنی دوسری زوجہ کے پاس ہوں۔''**قالت فتبسم رسول الله** ﷺ''(2) یہ بات سن کر آپ ﷺ مسکرانے لگے آپ نے بھی کہا کہ ہائے میرا سر۔

(ماخوذ از فتح الباری)

خلاصہ حدیث سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ آپ ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کی بیماری میں ازراہ مذاح محبت والفت فرمارہے تھے۔ اس پر بھی ڈاکٹر شبیر کو اعتراض ہے کہ یہ اسلام دشمنوں کی سازش ہے جنھوں نے رسول ﷺ کی طرف اس طرح کی باتیں منسوب کردیں کہ آپ اپنی ازواج سے محبت ودل لگی فرمایا کرتے تھے۔ اس روایت کے آخر میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''ہائے میرا سر''۔ تو حقیقتاً رسول اللہ ﷺ کے مرض الموت کا آغاز ہوگیا تھا اور آپ بیمار ہوگئے تھے اور پھر موت تک آپ ﷺ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی کے پاس رہے جیسا کہ احادیث میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

تئیسواں (23) اعتراض:

مدینہ آنے والے کچھ لوگ بیمار ہوگئے رسول اللہ ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ اونٹوں کے چرواہے کے پاس چلے جائیں اور اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پیتے رہیں وہ لوگ تندرست ہوگئے تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے چرواہے کو قتل کردیا اور اونٹوں کو ہانک کرلے گئے رسول اللہ ﷺ کے آدمی انھیں پکڑ لائے۔ ان کے ہاتھ پیر کاٹ دیئے گئے اور ان کی آنکھوں میں سلائی پھروادی گئی ایک اور حدیث میں ہے کہ ان کی آنکھیں نکلوادی گئیں پھر ان کو تپتی ریت پر لٹا دیا گیا وہ پیاس کی شدت سے پانی مانگتے تھے اور اپنی زبان سے زمین چاٹتے تھے لیکن انھیں پانی نہیں دیا جاتا تھا یہاں تک کہ وہ مرگئے۔ (بخاری کتاب الطب صفحہ 254)

صاحبو! کیا رحمۃ اللعالمین ﷺ ایسی ایذا رسائی فرما سکتے تھے؟ کیا اونٹنی کا پیشاب لوگوں کو پلا سکتے تھے؟ کیا یہ دشمنان اسلام کی سازش نہیں ہے۔ (اسلام کے مجرم صفحہ:37-36)

---

(1) فتح الباری جلد 10 صفحہ 155 (2) فتح الباری جلد 10 صفحہ 155

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر نے خوامخواہ حدیث رسول ﷺ پر اعتراض کیا ہے اگر وہ کھلی نگاہوں سے قرآن مجید کا مطالعہ کرتے تو انھیں یہ آیت مبارکہ ضرور نظر آتی:

''فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ''

''پس جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس طرح کی زیادتی اس پر کرو جیسی کہ اس نے تم پر زیادتی کی''۔

أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَیْنَ بِالْعَیْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ (1)

''جان کے بدلے جان آنکھ کے بدلے آنکھ کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بھی قصاص ہے''۔

اب قرآن مجید خود یہ اصول پیش کرتا ہے کہ جیسا زخم دیا گیا ہو ویسی ہی سزا دی جائے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں سے بعینہ وہی سلوک کیا جو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے چرواہے کے ساتھ کیا تھا۔

علامہ عینیؒ انسؓ کا قول ذکر فرماتے ہیں کہ:

"إنما سلمهم النبی ﷺ لأنهم سملوا أعين الرعاء"

''نبی کریم ﷺ نے ان کی آنکھوں میں سلائی پھروائی تھی اسلئے کہ انہوں نے چرواہوں کی آنکھوں میں سلائی پھروائی تھی''۔

رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں سے ایسا سلوک اس لئے کیا کہ انھوں نے بھی آپ ﷺ کے چرواہے سے وہی برتاؤ کیا تھا یعنی (اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے آنکھوں میں گرم سلائی پھیر دی اور ایسی حالت میں کھلی جگہ پر چھوڑ کر چلے گئے) یہ بات بالکل حق ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ تمام جہانوں کے لئے رحمت تھے مگر کفار پر بڑے سخت تھے۔

---

(1)سورۃ المائدۃ ۔آیت 45

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ أَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ (2)

''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ان کے اصحاب کفار پر بڑے سخت اور آپس میں بڑے نرم ہیں''

اللہ کے رسول ﷺ نے ان منافقین سے بالکل اس آیت کے مطابق عمل کیا۔

مزید برآں: قرآن مجید بھی ایسی سزا کا (بدلہ برابری کے اصول پر) بیان کرتا ہے۔

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ط (3)

''اور اگر بدلہ لو تو اتنا ہی لینا جتنا انھوں نے تمھیں صدمہ پہنچایا ہے''۔

"إِنَّمَا جَزَآءُ الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ یُّقَتَّلُوْا أَوْ یُصَلَّبُوْا أَوْ تُقَطَّعَ أَیْدِیْهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ أَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذٰلِکَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ''

''جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے لڑیں اور زمین میں فساد کرتے پھریں ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کر دیئے جائیں یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا انھیں جلاوطن کر دیا جائے یہ تو ہوئی ان کی دنیاوی ذلت اور خواری اور آخرت میں ان کے لئے بڑا بھاری عذاب ہے''۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ عکل اور عرینہ قبیلے کے کچھ لوگ مسلمان ہو کر مدینہ آئے انھیں مدینہ کی آب و ہوا راس نہ آئی تو نبی کریم ﷺ نے انھیں مدینہ سے باہر' جہاں صدقے کے اونٹ تھے' بھیج دیا کہ ان کا دودھ اور پیشاب پیؤ اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائے گا چنانچہ چند روز میں وہ ٹھیک ہو گئے لیکن اس کے بعد انھوں نے اونٹوں کے رکھوالے اور چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹ ہنکا کر لے گئے جب نبی کریم ﷺ کو اس امر کی اطلاع ملی تو آپ نے ان کے پیچھے آدمی دوڑائے جو انھیں اونٹوں سمیت پکڑ لائے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے ہاتھ پیر مخالف جانب سے کاٹ ڈالے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروائیں (کیونکہ انھوں نے بھی چرواہے کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا) پھر انھیں دھوپ میں ڈال دیا گیا حتیٰ کے وہیں مر گئے۔ صحیح بخاری میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں کہ انھوں نے چوری بھی کی، قتل بھی کیا، ایمان لانے کے بعد کفر بھی کیا اور اللہ ورسول کے ساتھ محاربہ بھی۔ (صحیح بخاری کتاب الدیات، والطب والتفسیر صحیح مسلم کتاب القسامہ) یہ آیت محاربہ کہلاتی ہے۔ اس کا حکم عام ہے یعنی مسلمانوں اور کافروں دونوں کو شامل ہے۔

---

2)سورۃ الفتح ۔آیت :29 3)سورۃ النحل 16آیت :126

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

خلاصہ کلام:۔

نبی ﷺ کا فیصلہ بالکل قرآن مجید کے احکامات کے موافق تھا لہٰذا حدیث پر اعتراض کالعدم ہے پیشاب پلانے کا مسئلہ اور اس کا مفصل جواب اعتراض (۱۱) کے ازالہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

چوبیسواں (24) اعتراض:

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں کہ

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چھوت یعنی متعدی بیماری کوئی ہے نہیں، لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ کوڑھی سے یوں بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔ (بخاری کتاب الطب صفحہ:259)

(اسلام کے مجرم صفحہ:37)

ازالہ:۔

صحیح بخاری میں یہ حدیث مبارکہ ان الفاظ سے منقول ہے۔

" قال رسول الله ﷺ لاعدوىٰ ولاطيرة ولا هامة ولاصفر .وفرمن المجذوم كما تفر من الأسد" (1)

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ کوئی بیماری چھوت (2) نہیں ہوتی اور نہ نحوست کچھ ہوتی اور نہ الو کا بولنا نحوست ہوتا ہے اور نہ صفر کا مہینہ منحوس ہوتا ہے۔ کوڑھی کے مریض سے ایسے دور رہو جیسے شیر سے دور رہتے ہو۔"

ڈاکٹر شبیر کو اس حدیث پر اعتراض ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان میں تضاد اور ٹکراؤ پایا جاتا ہے کہ ایک جگہ تو آپ کا فرمان ہے کہ کوئی بیماری چھوت (متعدی) نہیں ہوتی۔ جبکہ دوسری طرف فرما رہے ہیں کہ کوڑھی کے مریض سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔ جب بیماری چھوت ہی نہیں ہوتی تو کوڑھی سے دور رہنے کا کیا مطلب؟ یہ روایت بظاہر متعارض ہے مگر اصلاً اس میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ بلکہ ان تمام روایات کی مختلف محل ہیں اگر ان پر غور کر لیا جائے تو اختلاف دور ہو جاتا ہے جیسا کہ امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **قال ابو محمد : ونحن نقول: انه ليس فى هذا اختلاف ولكل معنى منها،وقت وموضع ، فاذا وضع بموضعه ذال الاختلاف** ۔ (تاویل مختلف الحدیث ص96 الا ابن قتیبہ) یعنی یہاں کوئی اختلاف نہیں بلکہ ہر حدیث کا اپنا ایک وقت ہے اور جب اس کو اس کی جگہ رکھا جائے گا تو اختلاف ختم ہو جائے گا۔ اگر آپ غور فرمائیں تو حدیث کے

1)صحیح بخاری کتاب الطب باب الجذام رقم الحدیث 5707

2)ایک سے دوسرے کو بیماری لگ جانا

پہلے جز میں رسول اللہ ﷺ امت کے عقیدے کی تعمیر و توثیق فرما رہے ہیں کہ بیماری اللہ رب العزت کی طرف سے ہی ہوتی ہے کسی کو چھو لینے سے یا کسی کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے کسی کو کوئی بیماری نہیں لگتی۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے کہ:

قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِندِ اللَّهِ ط (1)

"کہہ دو سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے"

اور صحیح بخاری میں اسی موضوع کی ایک اور روایت موجود ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" **لا عدوى ولاصفر ولا هامة** " کہ کوئی بیماری چھوت نہیں ہوتی صفر کا مہینہ منحوس نہیں ہوتا اور الو کا بولنا منحوس نہیں ہوتا تو ایک اعرابی (دیہاتی) نے عرض کیا کہ،

" يا رسول الله ﷺ فما بال إبلى تكون فى الرمل كأنها الظباء فيأتى البعير الأجرب فيدخل بينها فيجر بها".

"اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے اونٹوں کے بارے میں کیا خیال ہے کہ وہ ریگستان میں چرنے چگنے والے ہرنوں کی طرح ہوتے ہیں پھر اچانک ان میں کوئی خارش زدہ اونٹ آ جاتا ہے اور ان میں سے مل کر ان کو بھی خارش زدہ کر دیتا ہے" تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ

" فمن أعدى الأول " (2)

"(یہ بتاؤ) اس پہلے اونٹ کو کس نے خارش زدہ کیا؟"

یعنی جس ذات باری تعالیٰ نے پہلے اونٹ کو خارش زدہ کیا اسی کے حکم سے دیگر اونٹ بھی خارش زدہ ہوئے ہیں۔ اس بات کو مزید اس طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ بسا اوقات ہمارے شہر میں وائرس وغیرہ پھیل جاتا ہے تو آبادی کا بیشتر حصہ اس سے متاثر ہوتا ہے اور ایک کثیر تعداد ان لوگوں کی بھی ہوتی ہے کہ جو اس سے محفوظ رہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کی بیماری اللہ کی طرف سے ہے اور جو محفوظ رہے ہیں انھیں اللہ نے بچا لیا ہے۔ اور جہاں تک تعلق ہے حدیث کے اس جز کا کہ جس میں جذام زدہ سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے تو اس میں احتیاطی تدابیر کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ جذام زدہ مریض سے اختلاط نہ کرو اس لئے کہ اللہ رب العزت نے تمھیں بھی یہ بیماری لگا دی تو کہیں تمھارے عقیدہ میں یہ کمزوری نہ آ جائے کہ یہ بیماری مجھے اس مجذوم کی وجہ سے لگی ہے اور اس غلط عقیدہ کی وجہ سے توکل علی اللہ کی مضبوط دیوار میں دراڑ نہ پیدا ہو جائے جیسا کہ اس

(1)سورة النسآء،آیت :78

2)صحیح بخاری کتاب الطب باب لاصفر رقم الحدیث 5717

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اشکال بیان کیا تھا اور آپ نے اس کا فوراً ازالہ فرما دیا تھا۔

خلاصہ کلام یہ ہے! حدیث رسول اللہ ﷺ میں کوئی تعارض وتضاد نہیں۔ **فللہ الحمد**

ڈاکٹر شبیر! اگر اس طرح کے ظاہری تضاد کی بنا پر حدیث رسول ﷺ کو رد کیا جا سکتا ہے تو پھر قرآن مجید کی ان دو متعارض آیات کا آپ کیا جواب دیں گے؟

إِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ أَحْبَبْتَ (1)

''اے نبی ﷺ! آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے۔''

جبکہ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ،

وَإِنَّکَ لَتَهْدِیْ إِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (2)

''اور بے شک آپ ہی صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔''

پچیسواں (25) اعتراض:

نحوست تین چیزوں میں ہوتی ہے بیوی میں، گھر میں، اور گھوڑے میں۔

(بخاری کتاب الطب صفحہ:275) (اسلام کے مجرم صفحہ:37)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر نے اس روایت کو صحیح بخاری کتاب الطب سے تحریف کر کے نقل فرمایا ہے۔

حدیث مذکور میں لفظ المرأة (عورت) کا ترجمہ ''بیوی'' کیا ہے جو کہ قابل افسوس ہے! اس سے ڈاکٹر شبیر کی حدیث دشمنی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

ڈاکٹر شبیر نے جس حدیث پر اعتراض کیا ہے وہ اصل میں مجملاً بیان ہوئی ہے۔ اگر ڈاکٹر شبیر صحیح بخاری کا مفصل مطالعہ کرتے تو ان کو یہ روایت مل جاتی جو کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ہے۔

---

1)سورة القصص۔آیت:56 2)سورة الشوری۔آیت:52

''إن کان الشوم فی شیء ففی الدار والمرأة والفرس'' (1)

''اگر نحوست ہوتی تو گھر عورت اور گھوڑے میں ہوتی''

اب دونوں روایتوں کو جمع کیا جائے تو اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نحوست کچھ نہیں ہوتی۔ اگر نحوست ہوتی تو گھر، عورت اور گھوڑے میں ہوتی۔ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا نظریہ تھا کہ فلاں فلاں چیزوں میں نحوست ہوتی ہے تو آپ ﷺ نے اس غلط نظریہ کی تردید فرمادی نحوست کا کوئی تصور نہیں۔ امی عائشہ رضی اللہ عنہا بھی وضاحت کرتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اس طرح کہا کرتے تھے ''ان اهل الجاهلية كانوا يتطيرون من ذالك''۔ یعنی زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ گمان تھا۔(2) اگر ہوتی تو عورت، گھر اور گھوڑے (سواری) میں بھی ہوتی کہ جن کو انسان بہت محبوب رکھتا ہے۔ الغرض حدیث میں نحوست کے وجود کا کوئی تصور نہیں ہے البتہ قرآن میں نحوست کا تذکرہ ملتا ہے۔ کہ جن ایام میں قوم عاد پر عذاب بھیجا گیا۔ اللہ رب العالمین نے ان ایام کو نحوست سے تعبیر فرمایا:

فَأَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحاً صَرْصَراً فِیْ أَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِیْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا .(3)

''بالآخر ہم نے ان پر ایک تیز و تند آندھی منحوس دنوں میں بھیج دی کہ انھیں دنیاوی زندگی میں ذلت کے عذاب کا مزہ چکھا دیں۔''

ڈاکٹر شبیر اس آیت مبارکہ کا کیا جواب دیں گے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ (4)

''اے ایمان والوں تمھاری بیویاں اور تمھاری اولاد تمھاری دشمن ہیں۔''

اب بتائیں ڈاکٹر صاحب کیا آپ کی بیوی کیا آپ کی دشمن ہے؟ نہیں تو پھر اس آیت کا کیا جواب ہے دراصل ڈاکٹر صاحب کی ایک سنگین غلطی ہے وہ ہر شے کو عمومی قاعدے پر ڈالتے ہیں حالانکہ اس کا کسی خاص چیز کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔

چھبیسواں (26) اعتراض:

ابو ہریرہؓ نے کہا کہ بیمار اونٹ کو تندرست اونٹوں کے پاس نہ لے جاؤ۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے

---

1)صحیح بخاری کتاب النکاح باب مایتقی من شوم المرأة رقم الحدیث 5094

2)مشکل الآثار للطحاوی مع تحفة الاخیار جلد1ص224 (3)سورة حم السجده۔آیت:16

4)سورة التغابن۔آیت:14

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

رسول اللہ ﷺ سے یہ روایت نہیں کی کہ چھوت کی بیماری کوئی چیز نہیں تو ابو ہریرہؓ حبشی زبان میں نہ جانے کیا بکنے لگے۔ (اسلام کے مجرم صفحہ:37)

ازالہ:۔

یہ روایت صحیح بخاری میں ان الفاظ سے مرقوم ہے۔

قال النبی ﷺ لایوردن ممرض علی مصح وأنکر أبو هریرة حدیث الأول . وقلنا ألم تحدث أنه لا عدویٰ فرطن بالحبشة . قال أبو سلمة فما رأيته نسی حدیثاً غیره (1)

”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیمار اونٹوں کو تندرست اونٹوں کے قریب نہ لاؤ راوی حدیث کا کہنا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پہلی حدیث (لاعدویٰ) کو روایت کرنے کا انکار کیا (یعنی میں نے یہ حدیث نہیں بیان کی) تو ہم نے کہا کیا آپ نے یہ حدیث لاعدوی بیان نہیں کی تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حبشی زبان میں کچھ بات کرنے لگے۔“

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کے علاوہ کوئی حدیث بھولے ہوں۔

قارئین کرام!

ڈاکٹر شبیر نے حدیث کا ترجمہ کرتے وقت بہت زیادہ توہین آمیز الفاظ استعمال کیے ہیں کہ جس کی امید ایک باشعور، مہذب اور تعلیم یافتہ مسلمان سے تو کجا ایک عام انسان سے بھی نہیں کی جاسکتی۔

ڈاکٹر شبیر نے حسب سابق حدیث کو نقل کرنے میں تلبیس سے کام لیا ہے اور معنوی تحریف کا ارتکاب کرتے ہوئے فطری دیانت کو بھی پس پشت ڈال دیا ہے ملاحظہ فرمائیں:

(1) حدیث کا پورا ترجمہ نقل نہیں کیا۔

(2) روایت کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول کہا حالانکہ وہ حدیث رسول اللہ ﷺ ہے۔

(3) حدیث زیر بحث میں لفظ ”رطن“ کا ترجمہ ”بکنے“ درج کیا ہے حالانکہ ”رطن“ کا اصل معنیٰ عجمی زبان میں بات کرنے کے ہیں۔(2)

---

(1) صحیح بخاری کتاب الطب باب لاهامة ۔ رقم الحدیث 5771

(2) المنجد صفحہ 391 مادہ ر طن ۔

قارئین کرام!

امام المحدثین سید الفقہا مجتہد مطلق امام ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اس قدر گھٹیا اور غلیظ الفاظ کا استعمال کر کے نیز احادیث رسول ﷺ میں تحریف کر کے ڈاکٹر شبیر کس کو ”اسلام کا مجرم“ گردان رہے ہیں اس کا فیصلہ ہم آپ پر چھوڑتے ہیں۔

اب حدیث مبارکہ کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ نے بیمار اونٹوں کو تندرست اونٹوں کے پاس لے جانے سے منع فرمایا تو بعض لوگوں نے کہا کہ آپ نے تو یہ حدیث لاعدویٰ (بیماری چھوت کوئی چیز نہیں ہوتی) اللہ کے رسول ﷺ سے بیان فرمائی تھی تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کے بیان سے انکار فرمادیا (بھول جانے کی وجہ سے) اور حبشی زبان میں کچھ بات کرنے لگے وہ الفاظ کیا تھے خود ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

”فقال الحارث أتدری ما ذاقلت ؟ قال لا قال إ نی أبیت “(1)

”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہنے حارث (راوی حدیث) سے کہا کہ تمھیں پتا ہے میں نے کیا کہا؟ حارث نے جواب دیا کہ نہیں معلوم۔تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہنے فرمایا کہ میں نے (حبشی زبان میں) کہا تھا کہ میں انکار کرتا ہوں“

اور جہاں تک ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے انکار کا تعلق ہے تو وہ ان سے نسیان ہو گیا تھا ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے علاوہ اور کہیں پر بھی بھول نہیں ہوئی ۔(2) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہر کیف ایک انسان تھے جس کے ناطے ان سے بھول ہو گئی مگر اس سے حدیث پر کوئی اثر نہیں پڑتا اس لئے کہ یہ روایت دیگر اصحاب رسول سے بھی مروی ہے۔

ستائیسواں (27) اعتراض:

سیدنا علی کی خدمت میں زندیق پیش کئے گئے تو آپ نے انہیں جلا دیا۔ سیدنا علی علم وسخاوت اور عدل کا پیکر زندہ انسانوں کو ہر گز نہیں جلا سکتے۔ (اسلام کے مجرم صفحہ:40)

---

(1) فتح الباری جلد 10 صفحہ 297 (2) صحیح بخاری کتاب الطب رقم الحدیث 5771

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

ازالہ:۔

یہ روایت صحیح بخاری میں ان الفاظ سے منقول ہے:

" عن عكرمة قال أتى على بزنادقة فأحرقهم فبلغ ذلك ابن عباس . فقال : لو كنت أنا لم أحرقهم لنهى رسول الله ﷺ لاتعذبوا بعذاب الله ولقتلتهم لقول رسول الله ﷺ من بدل دينه فاقتلوه" (1)

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس زنادقہ لائے گئے تو ان کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جلوادیا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر ملی تو فرمایا اگر میں ہوتا تو ان کو نہ جلاتا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ اللہ کے عذاب سے کسی کو عذاب نہ دو ہاں ان کو قتل ضرور کردیتا کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نے اپنا دین تبدیل کیا اسے قتل کردو۔

اس حدیث سے نکلنے والے نتائج پر غور فرمائیں:

(1) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے زنادقہ کو جلادیا۔

(2) زنادقہ (2) عبداللہ بن سبا (جو کہ حدیث کا انکار اور تحریف کرتا تھا) کے پیروکار تھے۔

(3) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ایسا نہ کرتا (کیونکہ کہ ان کے پاس اس مسئلے کی حدیث موجود تھی)

(4) نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ آگ کے عذاب سے کسی کو عذاب نہ دو (یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی دلیل تھی جس کی وجہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ آگ کا عذاب دینے سے منع فرماتے تھے۔)

قارئین کرام!

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اس حدیث کا علم نہ تھا جو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس تھی کہ آگ کے عذاب سے کسی کو سزا نہ دو اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اس روایت کا علم ہوتا تو آپ ضرور بالضرور اس حدیث پر عمل فرماتے کیونکہ آپ تو حدیث رسول ﷺ پر عمل کے شیدائی تھے اور اس کے خلاف کچھ ہوتا دیکھ کر احتجاج فرماتے تھے۔

جیسا کہ سنن ابی داؤد کی روایت ہے کہ،

أتى عمر بمجنونة قد زنت فاستشار بها أناسا . فأمر بها عمر أن ترجم فمر بها

---

(1) صحیح بخاری کتاب استتابہ المرتدین باب حکم المرتد رقم الحدیث 6922

(2) اس کی تعریف گذشتہ اوراق میں گزر چکی ہے

علی بن ابی طالب فقال ماشأن هذه؟قالو:مجنونة بنی فلان زنت فأمربهاعمر أن ترجم .قال فقال ارجعوابها ثم أتاه فقال ياأمير المؤمنين أما علمت أن القلم قدرفع عن ثلاثة عن المجنون حتىٰ يبرأ وعن النائم حتى يستيقظ وعن الصبى حتىٰ يعقل ؟ قال بلىٰ قال فما هٰذه ترجم قال لاشيء قال فأرسلها قال فأرسلهاقال فجعل يكبر (1)

"سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک پاگل عورت کو لایا گیا کہ جس نے زنا کیا تھا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مشورہ کرکے اس کے رجم کا حکم دے دیا اسی دوران میں علی رضی اللہ عنہ کا وہاں سے گذر ہوا تو انھوں نے پوچھا کہ اس کو کیوں پکڑ رکھا ہے تو لوگوں نے کہا کہ اس پاگل عورت نے زنا کیا ہے اور عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق اسے رجم کے لئے لے جارہے ہیں تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کو واپس لے کر چلو اور عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر آپ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ تین لوگ مرفوع القلم ہیں (۱) پاگل جب تک صحیح نہ ہوجائے (۲) سوتا ہوا شخص جب تک بیدار نہ ہوجائے (۳) بچہ جب تک بالغ نہ ہوجائے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا! کیوں نہیں ایسا ہی ہے۔ پھر علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس عورت کو رجم کیوں کیا جارہا ہے؟ اسے چھوڑو چناچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اسے چھوڑ دیا اور آپ (اللہ کے خوف سے) تکبیر کہہ رہے تھے۔"

ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ حدیث رسول اللہ ﷺ کے خلاف خود کچھ ہوتا دیکھیں اور مخالفت نہ کریں اور پھر خود ہی حدیث کے خلاف عمل کریں یقیناً سیدنا علیؓ تک یہ حدیث نہیں پہنچی تھی جس کی وجہ سے آپ غلطی کربیٹھے اور رہی بات سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے عدل وسخاوت کی تو اس غلطی سے ان اوصاف پر کوئی حرف نہیں آتا۔

قرآن میں ارشاد ہے:

وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى (2)

"اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور بھٹک گئے"

---

(1) ابو داؤد كتاب الحدود باب المجنون يسرق .رقم الحديث 4399

(2) سورة طٰهٰ .آيت :121

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

اب اگر آدم علیہ السلام کی غلطی اور نافرمانی کے باوجود ان کی قدرُ منزلت میں کوئی فرق نہیں آ سکتا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی ایک صحابی رسول ہیں عشرہ مبشرہ میں سے ہیں قرآن نے ان کی ضمانت دی ہے کہ ”رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ “(1) توان کی قدر منزلت عدل وسخاوت اپنی جگہ برقرار ہے اور رہے گی۔ان شاءاللہ۔

دراصل سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سخت سزا اس لئے متعین کی کہ وہ لوگ حد سے زیادہ تجاوز کر گئے تھے اور اپنے عقائد اور عزائم میں بہت سخت ہوگئے تھے جب علی رضی اللہ عنہ نے ان کو جلایا تو انہوں نے نبی کریم ﷺ ہی کے قول سے اپنی کمزور اور گمراہی کی بنیاد رکھنا چاہی اور کہتے تھے کہ آگ اور پانی کا عذاب چونکہ اللہ تعالیٰ ہی کو سزاوار ہے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی ہم لوگوں کو یہی سزا دی ہے اور جلایا بھی ہے لہٰذا وہ عین خدا ہیں اور وہ یہ کہتے تھے کہ ”**لایعذب بالنار الا رب النار**“۔یعنی رب ہی آگ سے عذاب دینے کا حقدار ہے۔

اس سنگین جرم میں ان کو جلایا تھا کہ وہ علی رضی اللہ عنہ کو خدا کہتے تھے جیسا کہ،

ابومنظر الاسفرائنی لکھتے ہیں:

”**ان الذین احدتهم علی طائفة من الروافض ادعوا فیه الالهیة وهم السبائیة** “۔

یعنی وہ لوگ جن کو علی رضی اللہ عنہ نے آگ سے جلایا تھا وہ رافضی اور سبائی تھے جنہوں نے علی رضی اللہ عنہ کو الٰہ بنایا تھا۔

(دیکھئے تفصیل کیلئے فتح الباری جلد 13 ص 335-334)(الملل والنحل)

(1)سورة البينة۔آیت :8

اٹھائیسواں (28) اعتراض:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ غلام مجھ سے کون خریدتا ہے؟ حضرت نعیم نے 800 درہم میں خرید لیا۔(کتاب الاکراہ بخاری صفحہ:669) ڈاکٹر شبیر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کیا نبی ﷺ غلام فروخت کرتے تھے؟ (اسلام کے مجرم صفحہ:40)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر نے حدیث نقل کرنے میں حسب عادت تلبیس سے کام لیا ہے اور حدیث کا جز نقل کر کے اس کو اسلام دشمن سازش بنا ڈالا۔حالانکہ صحیح بخاری میں موجود اس روایت کو پس منظر کے تناظر میں دیکھا جائے تو حدیث رسول ﷺ قابل اعتراض نہیں بلکہ قابل تعریف نظر آئے گی۔

”**عن جابر أن رجلاًمن الأنصار دبر مملوكاً له ولم يكن له مال غيره فبلغ ذٰلک رسول الله ﷺ فقال من يشتر به منى ؟فاشتراه نعيم بن النحام بثمانمائة درهم**“(1)

”سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک شخص نے اپنے غلام کو مدبر کر لیا(2) اور ان کے پاس غلام کے علاوہ اور کچھ مال متاع نہ تھا پس جب اس بات کی خبر اللہ کے رسول ﷺ کو پہنچی تو آپ نے (اس غلام کو لے کر) فرمایا کہ اس غلام کو مجھ سے کون خریدے گا؟ تو اس کو نعیم بن النحام نے آٹھ سو درھم میں خرید لیا۔“

صحیح بخاری کی اس مکمل روایت سے جو نکات سامنے آتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(1) انصاری صحابی نے اپنے غلام کی تدبیر کی۔

(2) اس غلام کے علاوہ ان کے پاس کوئی دوسرا مال ومتاع نہیں تھا۔

(3) اس صحابی رسول ﷺ کے انتقال کے بعد وہ غلام آزاد ہو جاتا اور ان کے گھر والے وراثت سے محروم رہتے اور تنگ دستی کا شکار رہتے۔

(4) اس بات کی خبر جب رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے ان کے اہل وعیال کی تنگ دستی کا خیال

(1)صحیح بخاری کتاب الاکراہ باب إذا اکرہ حتی وھب عبداً......رقم الحدیث 6947

(2)مدبر کا معنی ہے کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ اگر میں مرجاؤں تو میرا غلام آزاد ہے۔

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

رکھتے ہوئے اس غلام کو فروخت کر دیا اور اس کی قیمت ان کو دے دی تا کہ وہ اس مال سے اپنے اہل وعیال کی کفالت کر سکیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک گھرانے کی کفالت کی خاطر اس غلام کو فروخت فرمایا۔ ڈاکٹر شبیر نے اس حدیث کا ایک جز نقل کر کے حدیث کو محل نظر قرار دے دیا اور رسول اللہ ﷺ کی بابرکت ذات کو غلام بیچنے والا بنا ڈالا۔ **نعوذ بالله من ذٰلك**

انتیسواں (29) اعتراض:

صحابہ کرام کو ایک غزوے میں لونڈیاں حاصل ہوئیں چاہا کہ ان کے ساتھ صحبت کریں لیکن حمل نہ ٹھہرے رسول اللہ ﷺ سے عزل کے بارے میں سوال کیا (یعنی برتھ کنٹرول) رسول اللہ ﷺ نے نعوذ باللہ فرمایا: حل تفعلون بالفرج؟ کیا تم۔۔۔۔ (بخاری کتاب التوحید) (اسلام کے مجرم صفحہ:40)

ازالہ:۔

صاحبو! ہمیں بڑے افسوس اور رنج کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ ڈاکٹر شبیر نے خیانت وکذب بیانی کی انتہا کر دی ہے۔ حدیث رسول اللہ ﷺ کو کچھ کا کچھ بنا کر پیش کیا ہے۔ حدیث رسول ﷺ (جو دین اسلام کا دوسرا سب سے بڑا ماخذ ہے) میں تحریف کر کے اپنے آپ کو ان ملحدوں کی صف میں لا کھڑا کیا ہے کہ جن کے متعلق ارشاد ربانی ہے:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَى اللّٰهِ كَذِباً أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ (1)

''اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر افتراء پردازی کرے یا جب حق اس کے پاس آئے، تو آئی ہوئی چیز کی تکذیب کرے''

ڈاکٹر شبیر نے جن الفاظ اور حوالے سے حدیث نقل کی ہے وہ صحیح بخاری میں کہیں موجود نہیں بلکہ صحیح بخاری کتاب التوحید میں ان الفاظ سے مرقوم ہے:

---

1) سورة العنکبوت۔آیت 68

" عن أبي سعيد الخدري في غزوة بني المصطلق أنهم أصابوا سبايا فأرادو أن يستمتعوا بهن ولا يحملن فسألوا النبي ﷺ عن العزل فقال ماعليكم أن لا تفعلوا فإن الله قد كتب من هو خالق إلٰى يوم القيامه" (1)

''سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ بنومصطلق میں ان کو (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) بہت لونڈیاں حاصل ہوئیں پس انھوں نے ارادہ کیا کہ وہ ان سے صحبت کریں لیکن ان کو حمل نہ ٹھرے (تو انھوں نے) عزل (2) سے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ایسا نہ کرو پس بے شک اللہ تعالیٰ نے قیامت تک پیدا ہونے والوں کو لکھ دیا کہ جن کو وہ پیدا کرے گا۔''

قارئین کرام!

ڈاکٹر شبیر کی پیش کردہ روایت اور مذکورہ حدیث کو ایک بار پھر مطالعہ کر کے تقابل کریں تو آپ کو حدیث کے الفاظ اور ڈاکٹر شبیر کی نقل کردہ روایت میں واضح فرق نظر آئے گا جس کی وجہ سے ہمیں اپنے قلم کی زبان میں ذرا سختی کرنا پڑی وگرنہ ہمیں ڈاکٹر شبیر سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے اور رہی بات عزل کی تو نبی ﷺ نے عزل کی اجازت کسی خاص مقصد کے تحت عطا فرمائی تھی۔

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنھما سے مروی ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اپنی بیوی سے عزل کرتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ اس آدمی نے عرض کیا کہ میں اپنے بچے پر شفقت کے باعث ایسا کرتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر یہ ضرر رساں ہوتا تو اہل روم وفارس کو ضرور ضرر دیتا (3)

مذکورہ روایت میں صحابی رسول ﷺ نے عزل کرنے کی وجہ اپنے بچے پر شفقت بتلایا۔ لیکن بنیادی طور پر رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

" مامن نسمة كائنة إلٰى يوم القيامة إلا وهي كائنة "

''جس جان کو آنا ہے قیامت تک وہ آ کر رہے گی۔ (چاہے تم لاکھ تدبیر کر ڈالو)''

---

1) صحیح بخاری کتاب التوحید باب قول الله هو الله خالق الباری رقم الحدیث 7409

2) مانع حمل (3) صحیح مسلم کتاب النکاح باجواز الخیله و جوء المرضع و کراهة الکفر۔

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

جہاں تک معاملہ لونڈی رکھنے اور ہمبستری کا ہے تو اس کی اجازت خود قرآن کریم دیتا ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ إِلَّا عَلٰى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ (1)

''اور وہ لوگ (مومنین) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں یا اپنی لونڈیوں کے پس اس معاملے میں ان پر کچھ ملامت نہیں۔''

تیسواں (30) اعتراض:

ایسی عورت سے نکاح کرنا چاہیئے جس کی خوب اولاد ہو۔

(امام غزالی بحوالہ بخاری بیہقی احیاء العلوم صفحہ:75) (اسلام کے مجرم صفحہ:42)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر نے اس روایت کو بھی جزوی طور پر نقل کیا ہے اور عوام الناس کو حدیث رسول ﷺ سے متعلق دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ یہ روایت سنن ابی داود میں ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے:

'' عن معقل بن يسار قال رسول الله ﷺ تزوجوا الودود الولود . فإني مكاثر بكم '' (2)

''سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: محبت کرنے والی اور بچہ جننے والی عورتوں سے نکاح کرو تاکہ میں (قیامت کے دن تم پر) تمھاری (کثرت کی) وجہ سے فخر کرسکوں''

اس حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ ایسی عورت سے نکاح کی ترغیب دے رہے ہیں جو محبت کرنے والی ہو اور بانجھ نہ ہو۔ تو اس حدیث میں ایسی کونسی بات ہے جو قابل اعتراض ہے۔ انسان نکاح محبت اور اولاد کے حصول کے لئے ہی کرتا ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ نے یہ بات فرمادی تو اعتراض کیوں؟

---

(1) سورة المؤمنون ۔آیت: 5.6

1) سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب النهی عن تزویج من لم یلد من النساء رقم الحدیث 2950 سنن النسائی: 3227

نیز قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ''

(اور تم بیویوں سے رمضان المبارک کی راتوں میں مباشرت کرو) اور جو چیز (اولاد) اللہ نے تمھارے لئے لکھ دی ہے اسے تلاش کرو''۔ (البقرۃ آیت: 187)

اکتیسواں (31) اعتراض:

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے دوزخ دکھلائی گئی اور وہاں زیادہ تر عورتیں پائی گئیں۔

(بخاری کتاب الایمان صفحہ:102) (اسلام کے مجرم صفحہ:44)

ازالہ:۔

صحیح بخاری میں یہ روایت ان الفاظ سے مرقوم ہے۔

'' عن ابن عباس قال قال النبی ﷺ أُريتُ النار فإذا أكثر أهلها النساء يكفرن'' (1) **لو أحسنت لی إحداهن الدهر ثم رأت منك شيئاً قالت : ما رأيت منك خيرا قط.**

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے جہنم دکھائی گئی پس اس میں اکثریت عورتوں کی تھی جو کفر (نافرمانی) کرتی ہیں'' کہا گیا کیا اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ فرمایا: شوہروں کی نافرمانی کرتی ہیں اور احسان فراموشی کرتی ہیں اگر تم ان میں سے کسی کی طرف زندگی بھر احسان کرو پھر وہ تمھاری طرف سے کچھ پریشانی دیکھ لے تو کہتی ہے: میں نے تم سے کبھی خیر دیکھی ہی نہیں۔

ڈاکٹر شبیر نے حدیث رسول اللہ ﷺ میں مغالطہ پیدا کرنے کے لئے لفظ ''**یکفرن**'' حذف کردیا کہ جس کے معنی ''کفر کرنے کے ہیں''۔

اب حدیث رسول ﷺ کا منشا یہ ہے کہ جہنم میں عورتوں کی کثرت ان کے کفر اور نافرمانی کی وجہ سے

---

1) صحیح بخاری کتاب الایمان باب کفران العشیر رقم الحدیث 29

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

ہوگی بلاوجہ نہیں۔لہٰذا اعتراض کالعدم ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ دنیا میں عورتوں کی تعداد مردوں کی بہ نسبت زیادہ ہے اگر جہنم میں زیادہ ہوں گی تو حیرت کیوں ہے؟ کیا قرآن مجید نے منع کیا ہے کہ عورتوں کی اکثریت جہنم میں نہیں ہوگی۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب بتائیے کہ عام حالات میں عورتیں کتنی اللہ تعالیٰ کی فرمانبردار ہیں؟ اور دنیا کی آبادی میں کتنی ایسی عورتیں ہیں جو شرک، بدعات، کفر، ترک نماز، چغلی اور حسد میں ملوث ہیں یہی اہم وجوہات ہیں جن کی بناء پر عورت کی کثرت جہنم میں ہوگی لہٰذا حدیث پر اعتراض فضول ہے۔

بتیسواں (32) اعتراض:

سیدنا محمود بن ربیع فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے منہ میں کلی کی جب میں پانچ سال کا تھا۔

(بخاری کتاب العلم صفحہ:130) (اسلام کے مجرم صفحہ:44)

ازالہ:۔

قارئین کرام!

ڈاکٹر شبیر نے یہاں پر بھی حدیث کا ترجمہ کرنے میں خیانت سے کام لیا ہے اور حدیث میں موجود لفظ ''**وجه**'' (چہرہ) کا ترجمہ ''منہ'' کیا ہے حالانکہ عربی میں ''منہ'' کے لئے '' **فم** '' آتا ہے۔

حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عن محمود بن ربیع قال : عقلت من النبی ﷺ مجة مجها فی وجهی وأنا ابن خمس سنین من دلو(1)

''محمود بن ربیع فرماتے ہیں کہ مجھے یاد ہے رسول اللہ ﷺ نے میرے چہرے پر ڈول سے (پانی لے کر) کلی فرمائی تھی اور میں پانچ سال کا تھا۔''

چونکہ رسول اللہ ﷺ کے جھوٹے میں اللہ رب العالمین نے شفا رکھی تھی اس لئے آپ نے اس صحابیؓ پر کلی فرمائی تا کہ اللہ ان کے چہرے کو بیماری سے بچائے اور تروتازہ رکھے۔ حیرت کی بات ہے کہ صحابی اس کو فخر سے بیان فرمارہے ہیں مگر ڈاکٹر شبیر کو یہ بات قابل اعتراض نظر آرہی ہے۔ مدعی سست گواہ چست۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کسی کوڑھی اور اندھے وغیرہ کو ہاتھ پھیر کر باذن اللہ شفا دیتے تھے

1)صحیح بخاری کتاب العلم باب متی یصح سماع الصغیر رقم الحدیث 77

اب کوئی ہاتھ پھیرنے کو غلط معنوں میں استعمال کرے تو ہم اس شخص کو یقیناً اس گھٹیا اور سطحی سوچ پر ملامت کریں گے۔ جیسا کہ میرے بعض پروگرامز میں بھی اس طرح کے سوالات اٹھائے گئے تھے۔ پھر اگر کوئی شخص نبی کریم ﷺ کی معجزاتی کیفیات کے متعلق ایسا ذہن رکھے تو اس بارے میں کیا خیال ہے؟

تینتسواں (33) اعتراض:

رسول اللہ ﷺ کو اتنا غصہ آیا کہ آپ (ﷺ) کے دونوں گال سرخ ہوگئے اور آپ ﷺ کا چہرہ لال ہوگیا (بخاری کتاب العلم صفحہ:136) (اسلام کے مجرم صفحہ:44)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر کو اس پر بھی اعتراض ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو غصہ کیوں آ گیا۔ لگتا ہے موصوف رسول اللہ ﷺ کو انسان ہی نہیں سمجھتے۔ حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ ایک بشر اور انسان تھے:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (1)

''اے نبی کہہ دیں کہ میں تمھاری طرح ایک بشر ہوں''

ایک حدیث میں ہے:

''إنما أنا بشر ا رضى كما يرضى البشر وأغضب كما يغضب البشر.......

(صحیح مسلم:6628)

بے شک میں ایک بشر ہوں میں خوش ہوتا ہوں جیسا کہ انسان خوش ہوتا ہے اور مجھے بھی غصہ آتا ہے جیسا کہ انسان کو غصہ آتا ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے غضب وغصہ کے علاوہ سیدنا یونس علیہ السلام کے لئے بھی دیکھئے سورۃ الانبیا آیت 87 نیز اللہ تعالیٰ کا غضب وغصہ بھی نافرمانوں پر بھڑکتا رہتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں قرآن کریم۔

چونکہ اللہ کے نبی ﷺ ایک انسان تھے اور غصہ انسانی فطرت میں داخل ہے لہٰذا نبی کریم ﷺ کا غصہ میں

(1)سورۃ کہف۔آیت 110

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

آجانا ایک فطری عمل تھا رہی بات ایک نبی کا غصہ میں آجانا تو یہ بات قرآن کریم سے ثابت ہے۔

وَلَمَّا رَجَعَ مُوسٰی إِلٰی قَوْمِهٖ غَضْبَانَ أَسِفاً (1)

''جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف واپس آئے تو غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے تھے۔''

بلکہ غصہ کا یہ عالم تھا:

وَأَلْقَى الْأَلْوَاحَ وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ (2)

''اور (توریت) کی تختیاں پھینک دی اور اپنے بھائی کا سر پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹنے لگے۔''

ڈاکٹر شبیر کو اس حدیث پر اعتراض اس وجہ سے ہے کہ اس حدیث میں نبی ﷺ کے غصہ کی حالت کا ذکر ہے تو ڈاکٹر شبیر اس آیت پر کیا ردعمل ظاہر کریں گے جس آیت میں نبی کے غصے کے ساتھ غصے کا ردعمل بھی ذکر ہے تو ثابت ہوا کہ ڈاکٹر شبیر کا اعتراض عبث اور بالکل فضول ہے۔

خیر خواہی کے نام پر چونتیسواں (34) اعتراض:

رسول اللہ ﷺ نے ایک رات فرمایا کہ حجرے والیوں (یعنی امہات المؤمنین) کو جگا دو بہت سی لباس والیاں ایسی ہیں کہ آخرت میں ننگی ہونگی۔

آپ ﷺ اپنی ازواج کے بارے میں درشت نہ تھے۔ (اسلام کے مجرم صفحہ:45)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر کو اس حدیث پر اعتراض ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس روایت کے مطابق اپنی ازواج سے درشت رویہ رکھتے تھے اور ان کو رات میں جگا دیا کرتے تھے۔

اگر ہم پوری روایت کا بغور جائزہ لیں تو ہمیں یہ بات معلوم ہوگی کہ آپ نے اپنی ازواج کے ساتھ درشت (سخت) رویہ اختیار نہیں کیا بلکہ ان کے ساتھ بھلائی کی کہ ان کو صلاۃ تہجد کے لئے بیدار کیا۔ اور ''**رب كاسية فى الدنيا**'' (بہت سے کپڑے والی آخرت میں ننگی ہوگی) کے الفاظ ازواج مطہرات کے متعلق نہیں بلکہ ان

1) سورۃ اعراف۔ آیت:150 (2) سورۃ اعراف۔ آیت:150

عورتوں کے متعلق فرمائے جو اپنے شوہروں کے ساتھ خیانت کرتی ہیں۔

مکمل حدیث درج ذیل ہے:

''**عن أم سلمة قالت استيقظ النبى ﷺ ذات ليلة فقال سبحان الله ماذا أنزل الليلة من الفتن .وماذا فتح من الخزائن ايقظوا صواحبات الحجر فرب كاسية فى الدنيا عارية فى الآخرة**'' (1)

''ام سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ایک دفعہ رات کو بیدار ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! آج رات کیا کیا فتنے نازل ہوئے ہیں۔ اور آج کن کن خزانوں کے دروازے کھلے ہیں۔ حجرے والیوں کو جگا دو (تاکہ وہ تہجد کی نماز پڑھ لیں) کیونکہ بہت سی لباس والیاں آخرت میں بے لباس ہونگی''

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے مندرجہ ذیل چار باتیں بیان فرمائی ہیں:

(1) آج کی رات بہت سے فتنے نازل ہوئے ہیں۔

(2) آج کی رات بہت سے خزانوں کے دروازے کھولے گئے ہیں۔

(3) حجرے والیوں (امہات المؤمنین) کو جگا دو۔ تاکہ وہ عبادت کریں ان فتنوں سے پناہ مانگیں جو آج رات نازل ہوئے ہیں اور ان (رحمت کے) خزانوں کا سوال کریں جن کے منہ آج رات کھول دیئے گئے ہیں۔

(4) بہت سی لباس والی عورتیں قیامت کے روز بے لباس ہونگی۔

ڈاکٹر شبیر نے غلط فہمی کی بنا پر سمجھ لیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات کو بلاوجہ رات میں بیدار کر کے درشتگی کا رویہ اختیار فرمایا (نعوذ باللہ) بلکہ جگانے کا مقصد صرف عبادت تھا جیسا کہ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ:

''**وأشار بذلك ﷺ إلى موجب إيقاظ أزواجه أى ينبغى لهن أن لا يتغافلن عن العبادة ويعتمدن على كونهن أزواج النبى ﷺ**'' (2)

''(اس حدیث) میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا اپنی ازواج کو رات میں بیدار کرنا اس لئے تھا کہ وہ عبادت سے غافل نہ رہ جائیں اور صرف اس پر ہی اعتماد نہ کرلیں کہ وہ نبی ﷺ کی بیوی ہیں''

(1) صحیح بخاری کتاب العلم باب العلم و العظة بالليل رقم الحديث 115
(2) فتح الباری جلد 1 صفحہ 279

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

ڈاکٹر شبیر کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ کا "رب کاسیة" کہنا ازواج مطہرات کے لئے تھا۔ یہ بھی بہت بڑی غلط فہمی بلکہ بہتان ہے حدیث میں کہیں یہ بات موجود نہیں کہ آپ نے یہ بات ازواج مطہرات کے متعلق فرمائی۔ بلکہ دوسری احادیث میں یہ بات موجود ہے کہ آپ ﷺ نے بدکار عورتوں کے متعلق یہ الفاظ استعمال فرمائے تھے۔ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے قوم کو مخاطب کیا:

"یا رب کاسیة فی الدنیا عاریة فی والآخرة"(1)

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

"یارب کاسیة ای قوم رب کاسیة"(2)

"اے قوم والوں! بہت سی لباس والیاں آخرت میں بے لباس ہونگی"

بالفرض اگر تسلیم بھی کرلیا کہ یہ الفاظ ازواج مطہرات سے کہے گئے تو اس سے مراد صرف ترغیب وتنبیہ ہے نہ کہ وعید۔

جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ رب العالمین نے ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے فرمایا:

يٰنِسَاءَ النَّبِيِّ مَن يَأْتِ مِنكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ (3)

"اے نبی کی بیویوں تم میں سے جو کوئی کھلی بے حیائی کرے گی تو اس کو دہرا عذاب دیا جائے گا"

اب اس آیت کا منشا یہ نہیں کہ ازواج ایسا کریں گی بلکہ محض تنبیہ مراد ہے تو حدیث کا منشا بھی یہی ہے۔آخر میں ایک گزارش ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں ہے کہ ایک حدیث دوسری حدیث کی شرح کرتی ہے اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے صحیح مسلم شریف کی حدیث آپ کے سامنے رکھتا ہوں تا کہ یہ بات مترشح ہوجائے کہ آخرت میں جو عورتیں ننگی ہونگی ان سے مراد کونسی عورتیں ہیں؟؟

امام مسلم رحمہ اللہ اپنی صحیح میں حدیث ذکر فرماتے ہیں:

عن ابی هريرة قال: قال رسول الله ﷺ صنفان من أهل النار لم أرهما....(4)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ دو قسمیں ہیں دوزخیوں کی جن کو

---

(1)صحیح بخاری کتاب التهجد باب تحریض النبی ﷺ علی صلوة اللیل رقم الحدیث 1126
(2)عمدة القاری جلد7صفحه 260 (3)سورة الاحزاب ۔آیت :30
(4)صحیح مسلم کتاب اللباس رقم الحدیث 2128

میں نے نہیں دیکھا ایک تو وہ لوگ جن کے پاس کوڑے ہیں بیلوں کی دموں کی طرح کے لوگوں کو اس سے مارتے ہیں دوسرے وہ عورتیں جو پہنتی ہیں مگر ننگی ہوتی ہیں (یعنی باریک کپڑے جیسا کہ آج کے معاشرے میں ہورہا ہے) سیدھی راہ سے بہکانے والی خود بہکنے والی ان کے سر بختی اونٹ کی کوہان کی طرح ایک طرف جھکے ہوئے وہ جنت میں نہ جاویں گے بلکہ اس کی خوشبو بھی اس کو نہ ملے گی حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی دور تک آتی ہے۔

غور فرمائیں اس حدیث نے صحیح بخاری کی حدیث کی شرح کردی کہ ان عورتوں کا تعلق امہات المؤمنین رضی اللہ عنھن کے ساتھ نہیں بلکہ کچھ ایسی عورتیں ہونگیں جو کپڑے پہننے کے باوجود بھی برہانہ ہونگیں۔

الغرض حدیث اعتراض سے پاک ہے۔نیز قرآن کریم سے اس طرح کی بہت سی دیگر مثالیں بیان کی جاسکتی ہیں لیکن سمجھدار کے لئے اشارہ ہی کافی ہے۔

پینتسواں(35)اعتراض:

ام سلمہ نے فرمایا: اگر عورت کو احتلام نہ ہو تو بچہ اس کا ہم شکل کیوں ہوتا ہے؟

(کتاب العلم بخاری صفحہ:150)(اسلام کے مجرم،صفحہ:45)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر نے اس روایت کو بھی نقل کرنے میں بے احتیاطی اور تساہل سے کام لیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے قول مبارک کو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا کلام بنا کر پیش کردیا اور یہ اعتراض نقل کردیا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا جنسیات کی باتیں بیان فرمارہی ہیں اصل حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

صحیح بخاری میں یہ روایت ان الفاظ سے مرقوم ہے:

عن أم سلمة قالت جاء ت أم سليم إلى رسول الله ﷺ فقالت يا رسول الله ﷺ إن الله لا يستحى من الحق فهل على المرأة من غسل إذا احتلمت ؟ قال النبى ﷺ اذا رأت الماء : فغطت ام سلمة . تعنى وجهها . وقالت ، يا رسول الله ﷺ وتحتلم المرأة ؟ قال نعم تربت يمينک ، فبم يشبهها ولدها؟

(صحیح بخاری کتاب العلم باب الحیاء فی العلم رقم الحدیث ١٣٠)

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

’’ام سلمہ سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں پس اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! بے شک اللہ حق سے نہیں شرماتا۔ کیا عورت پر غسل واجب ہے جب اسے احتلام ہوجائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں جب وہ پانی دیکھے پس ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنا چہرہ شرم کے مارے چھپالیا اور سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں۔ تیرا دایاں ہاتھ خاک آلود ہو (اگر ایسا نہ ہوتا تو) بچے کی شباہت اپنی ماں سے کیسے ہوتی ہے؟‘‘

مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر شبیر کے نقل کردہ الفاظ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا قول نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی مرفوع روایت ہے اور اس پر عمومی طور پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ کیا عورت کو احتلام ہوتا ہے اور ماہرین اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ عورت کا نطفہ مقدار میں کم ہوتا ہے لہٰذا ہمیشہ لڑکا پیدا ہونا چاہیئے لیکن یہاں تو اکثریت ہی عورتوں کی ہے یعنی زیادہ عورتیں ہی پیدا ہوتی ہیں آخر کیوں۔۔۔۔۔۔؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اولاد کا ہونا نطفہ کی مقدار پر نہیں ہوتا بلکہ منشا الٰہی پر ہوتا ہے۔ کیمیا کے طالب علم جانتے ہیں Titration کرتے وقت ایک قطرہ بہت بڑے محلول پر غلبہ حاصل کرلیتا ہے لہٰذا غلبہ قوت کی وجہ سے ہوتا ہے نہ کہ مقدار کی مناسبت سے۔

چھتیسواں (36) اعتراض:

حضرت علی نے فرمایا: مجھے جریان تھا جس سے میری مذی نکلا کرتی تھی۔

(کتاب العلم صفحہ:150) (اسلام کے مجرم صفحہ:45)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر کو نہ معلوم احادیث و آثار سے اس قدر دشمنی کیوں ہے؟ بلا وجہ صحیح روایات کو اسلام دشمن ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ غیر مسلم ان احادیث کو محل اعتراض بنا کر اسلام پر تنقید کرتے ہیں۔

(خلاصہ اسلام کے مجرم صفحہ:43)

عرض ہے کہ غیر مسلم صرف احادیث کی ان روایات پر ہی نہیں بلکہ قرآن مجید کی آیات پر ایسی ہی تنقید کرتے ہیں ملاحظہ فرمایئے ’’ستیارتھ پرکاش‘‘ وغیرہ۔ تو کیا اب ان غیر مسلموں کی تنقید کا علمی طور پر منہ توڑ جواب دینا چاہیئے یا پھر ’’اسلام کے مجرم‘‘ جیسی کتاب کی دوسری قسط شائع کرکے قرآن مجید کی آیات پر بھی ایسی تنقید کرنی

چاہیئے اس کا جواب ہم آپ پر چھوڑتے ہیں۔

جہاں تک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قول کا تعلق ہے ’’مجھے مذی آتی تھی‘‘ جریان اور مذی ایک قسم کی بیماری ہے جو انسان کو لاحق ہوجاتی ہے۔ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی ایک انسان تھے اگر ان کو یہ بیماری لگ گئی تو یہ کوئی اچنبھے کی بات تو نہیں۔ لگتا ہے ڈاکٹر شبیر بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق شیعہ و روافض جیسا باطل نظریہ رکھتے ہیں یعنی انہیں انسان نہیں سمجھتے۔ اگر ڈاکٹر شبیر کو یہ اعتراض ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایسی جنسی بیماری کے متعلق بیان کیوں کیا؟ تو اس کا جواب حدیث میں موجود ہے جس کو ڈاکٹر شبیر حذف کر گئے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مسئلہ پوچھنے کے لئے اس بیماری کا اظہار فرمایا تھا۔

مکمل روایت ملاحظہ فرمائیں:

’’عن علی قال کنت رجلاً مذاء فامرت المقداد ان یسأل النبی ﷺ فسأله فقال فيه الوضوء‘‘ (1)

’’سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے کثرت سے مذی (2) آتی تھی میں نے مقداد بن اسود کو حکم دیا کہ وہ اللہ کے نبی ﷺ سے اس بارے میں سوال کریں (کہ اس پر غسل ہے یا وضو) پس مقداد رضی اللہ عنہ نے سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کو وضو کرنا چاہیئے‘‘

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خود یہ مسئلہ نبی کریم ﷺ سے شرم و حیا کی وجہ سے نہیں پوچھا تھا کیونکہ ان کے نکاح میں نبی کریم ﷺ کی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

خیر خواہی کے نام پر سینتیسواں (37) اعتراض:

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: ایک دن میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ بیت المقدس کی طرف منہ کئے دو کچی اینٹوں پر رفع حاجت کے لئے بیٹھے ہیں۔ کیا صحابہ ایسی باتیں کہہ سکتے تھے۔ (کتاب الوضو بخاری صفحہ:155) (اسلام کے مجرم صفحہ:45)

---

1) صحیح بخاری کتاب العلم باب من استحیا فأمرغیره بالسوال رقم الحدیث 132

2) شہوت کی وجہ سے شرمگاہ سے نکلنے والے پانی کو مذی کہا جاتا ہے۔

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

ازالہ:۔

قارئین کرام!

قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (1)

’’یقیناً تمہارے لئے نبی کریم ﷺ (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے‘‘

لہٰذا قرآن کریم ہمیں زندگی کے ہر شعبہ، ہر لمحہ اور ہر معاملہ میں نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کو بطور اسوہ اختیار کرنے کا حکم ارشاد فرماتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ ہر مرحلہ میں امت کی رہنمائی فرماتے تھے اسی لئے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے اس بات کو بیان کیا نہ کہ غلط نظریہ سے۔ بلکہ غیر مسلم بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو کہتے تھے کہ تمہارا نبی تو تمہیں بول و براز کے احکامات بھی سکھاتے ہیں تو صحابی نے جواب دیا ہاں ہمارے نبی محمد ﷺ ہمیں ہر مسئلہ پر رہنمائی مہیا کرتے ہیں۔ (مسند احمد)

جہاں تک ڈاکٹر شبیر کا یہ اعتراض ہے کہ صحابی رسول ﷺ ایسی بات نہیں کہہ سکتے تو یاد رکھیں ہر چیز کے دو معانی ہوتے ہیں ایک صحیح اور ایک غلط یہ آپ کے تقویٰ پر منحصر ہے کہ آپ کونسا مطلب اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً قرآن کریم میں ارشاد ہے، کہ لوط علیہ السلام اپنی قوم کو اغلام بازی سے روک رہے تھے۔ قرآن کریم ذکر کرتا ہے:

قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ (2)

’’لوط (علیہ السلام) نے کہا: اگر تمہیں کرنا ہی ہے تو میری بیٹیاں موجود ہیں‘‘

اب بتایئے اس آیت کا صحیح مطلب کیا ہوگا۔۔۔۔؟

اڑتیسواں (38) اعتراض:

ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک پیالے میں اپنے دونوں ہاتھ اور منہ دھویا اور پھر اس میں کلی کی پھر ابوموسیٰ اور بلال سے کہا: اس میں سے کچھ پی لو۔ (کتاب الوضو بخاری صفحہ:168) (اسلام کے مجرم صفحہ:45)

اس اعتراض کا مفصل جواب گذشتہ اوراق میں گزر چکا ہے۔

---

1)سورۃ الحزاب۔آیت:21

2)1)سورۃ الحجر۔آیت:71

خیر خواہی کے نام پر انتالیسواں (39) اعتراض:

رسول اللہ ﷺ ایک قوم کے گھوڑے پر آئے اور وہیں کھڑے کھڑے پیشاب کیا۔

(اسلام کے مجرم صفحہ:45)

ازالہ:۔

قارئین کرام!

ڈاکٹر شبیر کا دعویٰ ہے کہ وہ عربی، اردو اور انگریزی وغیرہ زبان پر مہارت رکھتے ہیں۔ (اردو، عربی، انگریزی اور فارسی کی کتابیں تو شبیر احمد خود پڑھ لیتا ہے) (اسلام کے مجرم صفحہ:32۔) ڈاکٹر شبیر کی علمی قابلیت کی حالت یہ ہے کہ حدیث میں مذکور لفظ ’’**سباطة**‘‘ (کوڑے دان) کا ترجمہ ’’گھوڑے‘‘ سے کیا ہے جو عربی زبان میں ڈاکٹر شبیر کی ’’علمی‘‘ مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے اس طرح کے کچھ ’’علمی شاہکار‘‘ تو آپ نے پچھلے اوراق میں بھی ملاحظہ کئے ہونگے اور مزید شاہکار آپ کو اگلے صفحات میں جا بجا نظر آئیں گے۔

(إنا لله وإنا إليه راجعون)

زیر بحث روایت صحیح بخاری میں موجود ہے:

’’**عن حذيفه قال أتى رسول الله ﷺ سباطة قوم فبال قائماً الحديث**‘‘(1)

’’حذیفہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ قوم کے کوڑے دان پر آئے اور آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا‘‘

ڈاکٹر شبیر کو اس حدیث پر اعتراض اس لئے ہے کہ اس میں نبی ﷺ کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا ذکر ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کا معمول یہی تھا کہ آپ بیٹھ کر پیشاب کرتے۔ مگر جس جگہ آپ نے پیشاب کیا وہ کوڑا کرکٹ گندی جگہ تھی بیٹھ کر پیشاب کرنے سے گندگی آپ کے کپڑوں کو خراب کرسکتی تھی تو اس سے بچنے کے لئے آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ تاکہ قیامت تک امت کے لئے یہ بات واضح ہوجائے اور آسانی ہوجائے کہ اگر کسی کے ساتھ ایسا معاملہ پیش آجائے کہ وہ بیٹھ کر اپنی حاجت کو پورا نہ کرسکے تو کھڑے ہو کر اپنی حاجت کو پورا کرلے۔ یہ حدیث اسی سہولت پر دلالت کرتی ہے۔

---

1)صحیح بخاری کتاب الوضوء، باب البول، رقم الحدیث، 224

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

خیر خواہی کے نام پر چالیسواں (40) اعتراض:

ابوسلمہ کہتے ہیں کہ میں اور عائشہ کے بھائی عائشہ کے پاس گئے اور ان سے رسول اللہ ﷺ کے غسل جنابت کے بارے میں پوچھا۔انھوں نے غسل کر کے دکھایا اور اپنے سر پر پانی بہایا ہمارے اور ان کے درمیان ایک پردہ حائل تھا۔(کتاب الغسل بخاری صفحہ:185)

ڈاکٹر شبیر قمطراز ہیں،

مظاہرہ کرنا قطعی ضروری نہ تھا زبانی بتادیا ہوتا یا ابوسلمہ اپنی بیوی کو بھیج کر صحیح غسل کا پتا چلا سکتا تھا بعد میں خود ان سے سیکھتا۔ (اسلام کے مجرم صفحہ:45.46)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر کو یہاں پر فاش غلط فہمی ہوئی ہے۔غسل کے معنی صرف نہانے کے نہیں بلکہ غسل کے معنی ''پانی'' کے بھی ہیں اور ان معنوں میں یہ لفظ احادیث میں بھی استعمال ہوا ہے۔سیدہ میمونہ فرماتی ہیں کہ

وضعت لرسول الله ﷺ غسلاً (1)

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے غسل کا پانی رکھا۔''

خود امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر باب باندھا ہے کہ

'' باب الغسل (بالصاع) ونحوه''

''غسل ایک صاع پانی سے کرنا چاہیئے۔''

اب **فسألها عن غسل النبی** ﷺ کا مطلب یہ ہوا کہ انھوں نے نہانے کے پانی کے متعلق سوال کیا؟ اس سوال کے جواب میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو جواب دیا خود ان ہی الفاظ کے آگے مذکور ہے کہ **''فدعت بإناء''** (2) انھوں نے ایک برتن پانی منگوایا اور اس برتن کے ذریعے سے یہ سمجھا دیا کہ رسول اللہ ﷺ اتنے پانی سے نہایا کرتے تھے،حدیث میں غسل کی کیفیت کا بیان نہیں بلکہ غسل کے پانی کا بیان ہے

1)صحیح بخاری کتاب الغسل باب من افرغ بیمینه علی شماله رقم الحدیث 266

2)صحیح بخاری کتاب الغسل باب الغسل بالصاع ونحوه رقم الحدیث 251

غسل کی کیفیت تو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے زبانی بتلادی تھی۔

ابوسلمہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں:

''قالت عائشه كان رسول الله ﷺ إذا غسل بدأ بيمينه فصب عليها من الماء فغسلها ثم صب الماء على الأذى الذى به بيمينه وغسل عنه بشماله حتى إذا فرغ من ذلك صب على رأسه'' (1)

''ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب غسل فرماتے تو دائیں ہاتھ سے شروع کرتے اور اس پر پانی بہا کر اسے دھوتے پھر شرم گاہ کے اطراف کی گندگی پر دائیں ہاتھ سے پانی ڈال کر بائیں ہاتھ سے دھوڈالتے پھر فارغ ہو کر اپنے سر پر پانی بہالیتے۔''

غرض یہ کہ غسل کی کیفیت بتانے کے لئے عائشہ رضی اللہ عنہا نے غسل تو نہیں کیا بلکہ جب انھوں نے پانی کی مقدار کا ذکر کیا تو ابوسلمہ رضی اللہ عنہ وغیرہ نے تعجب کا اظہار کیا کہ اتنے کم پانی سے کیسے نہایا جا سکتا ہے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ ممکن ہے اور اب میں نہانے جارہی ہوں اور اتنے ہی پانی سے نہاؤں گی پس انھوں نے پردہ ڈالا اور غسل فرمایا اور ثابت کردیا کہ اتنے کم پانی سے غسل ممکن ہے۔

اور رہی بات ڈاکٹر شبیر کے تبصرے کی کہ،

''مظاہرہ کرنا قطعی ضروری نہ تھا زبانی بتادیا ہوتا یا ابوسلمہ اپنی بیوی کو بھیج کر صحیح غسل کا پتا چلا سکتا تھا بعد میں ان سے خود سیکھ لیتا'' اسکا جواب یہ ہے کہ،

(1) ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھانجے تھے اور دوسرے شخص سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سگے بھائی اور دونوں محرم تھے۔

(2) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے غسل کے پانی کی مقدار پوچھنے آئے تھے ڈاکٹر شبیر فرماتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے غسل کا مظاہرہ کیا تھا یہ بات سراسر امہات المؤمنین کے خلاف ذہن میں بھری ہوئی گندگی کا اظہار ہے۔

(3) مسئلہ تو درپیش آیا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو اور بھیج اپنی بیوی کو دیں اب اس کو اس مثال سے سمجھیں۔

1)صحیح مسلم کتاب الحیض باب القدر المستحب من الماء فی غسل الجنابة رقم الحدیث 729

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

ڈاکٹر صاحب اگر کوئی شخص میڈیکل کی فیلڈ میں ہے اور اسے کچھ عورتوں کے مخصوص اعضاء کے بارے میں پڑھایا جائے تو کیا وہ یہ کہے گا کہ مجھے نہ پڑھاؤ بلکہ میں اپنی بیوی کو بھیجتا ہوں تاکہ وہ ان مسائل کو پڑھنے کے بعد مجھے آگاہ کردے۔ایسا نہیں ہوتا بلکہ ہر چیز کا اپنا ایک وقت ہوتا ہے جہاں تک شرم وحیا کا تعلق ہے اللہ کے نبی ﷺ اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن شرم وحیا کے پیکر تھے لیکن جہاں مسائل کا معاملہ آتا ہے وہاں وضاحت کرنا ضروری ہے تاکہ ہر مسئلہ پر رہنمائی ہوجائے اور یہی مطلب ہے نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا کہ ہر باریک سے باریک مسئلہ پر آپ ﷺ نے ہمیں رہنمائی فرمائی۔لہٰذا اس میں کوئی اعتراض نہیں۔ڈاکٹر شبیر اگر میڈیکل ڈاکٹر ہیں تو یقیناً انھوں نے Embryology کے مسائل ضرور پڑھے ہونگے اور انکو پڑھانے والے اساتذہ یقیناً لیڈی ڈاکٹرز بھی ہونگی تو ڈاکٹر شبیر کو جنسیات کے متعلق سوال کرتے ہوئے یقیناً شرم بھی محسوس ہوتی ہوگی تو ان مسائل کے لئے ڈاکٹر صاحب نے اپنی بیوی کو کیوں نہ بھیجا۔تاکہ وہ Embryology کے مسائل ''صحیح طریقے'' سے سیکھ کر ڈاکٹر صاحب کو آکر باخبر کرتی۔

اکتالیسواں (41) اعتراض:

عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم میں سے کسی کو حیض آتا اور رسول اللہ ﷺ اختلاط کرنا چاہتے تو حیض کے غلبہ کے دوران ازار (لونگی، تہمد) باندھنے کا حکم دیتے اور پھر اختلاط فرماتے۔(کتاب الحیض بخاری صفحہ:198) قرآن اس سے منع کرتا ہے۔ (اسلام کے مجرم صفحہ:46)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر کو یہاں بھی غلط فہمی ہوئی ہے قارئین کرام! قرآن کریم میں ایسی کونسی آیت ہے جو اس سے روکتی ہے ڈاکٹر شبیر نے یہاں دو علمی خیانتیں کی ہیں۔

1) حدیث کا ترجمہ غلط کیا ہے۔

2) آیت مبارکہ سے غلط استدلال کیا ہے۔

اب قرآن کریم کا حکم ملاحظہ فرمائیں:

وَيَسْأَلُوْنَکَ عَنِ الْمَحِيْضِ ط قُلْ هُوَ أَذًى لا فَاعْتَزِلُوْا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ لا وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ج فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ ط (1)

(1) البقرہ۔آیت: 222

ہیں کہہ دیجئے حیض ایک قسم کی تکلیف ہے اس لئے دوران حیض میں عورتوں سے دور رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہوجائیں ان کے قریب مت جاؤ اور پاک ہونے کے بعد ان کے پاس جاؤ جیسے اللہ نے تمھیں اس کا حکم دیا'' اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ،

1) حیض عورت کے لئے تکلیف کا باعث ہے۔

2) اس حالت میں ان سے جماع کرنا منع ہے۔

3) جب وہ اس سے پاک ہوجائیں تو ان سے جماع کرنا اللہ کے حکم سے جائز ہے۔

یہ تین نکتے اس آیت سے سمجھ میں آتے ہیں۔اب آیئے حدیث کی طرف:

''عن عائشه كان يأمرنى فأتزر فيبا شرتى وأنا حائض''(1)

''عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حیض کی حالت میں رسول اللہ ﷺ مجھے تہہ پوش پہننے کا حکم دیتے اور اس کے بعد مجھ سے مباشرت کرتے۔''

قارئین کرام! یہ ہے وہ حدیث جسے ڈاکٹر شبیر نے خلاف قرآن کہہ کر ٹھکرا دیا حالانکہ یہ ڈاکٹر شبیر کی کم علمی کی ایک اور بہت بڑی دلیل ہے کیونکہ یہ قرآن کے موافق ہے نہ کہ مخالف۔یہاں ان کو جو سب سے بڑی جو غلط فہمی ہوئی ہے وہ مباشرت کے الفاظ سے ہوئی۔ڈاکٹر شبیر نے اس کے معنی اختلاط یعنی ہمبستری کے کئے ہیں لیکن عربی میں اس کا معنی کچھ اور بنتا ہے اور اردو میں مباشرت کے الفاظ کچھ اور معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔

صاحب عون المعبود (شرح سنن ابی داؤد) ذکر فرماتے ہیں کہ

''معنى المباشرة هنا المس باليدمن اللمس''

''مباشرت سے یہاں صرف ہاتھ سے چھونا اور دو جسموں کا ملنا مراد ہے (نہ کہ جماع)''

مزید وضاحت امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ قول ہے۔''

''إن المباشرة فى الأصل التقاء''

''مباشرت اصل میں دو جسموں کے ملنے کو کہتے ہیں۔''

نیز حدیث خود اس بات کی وضاحت کررہی ہے کہ آپ زوجہ محترمہ کو تہبند پہننے کا حکم دیتے تھے جس

(1) صحیح البخاری، کتاب الحیض باب مباشرة الحائض رقم الحدیث 300

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

سے واضح ہوتا ہے کہ مباشرت اوپری بدن سے یعنی بدن سے بدن ملانے سے ہوتی تھی۔اب اس عقل کے اندھے کو کون سمجھائے کہ اِس مباشرت اور اُس مباشرت میں واضح فرق موجود ہے۔لہٰذا حدیث کے معنی یہ ہوئے کہ نبی ﷺ اپنی بیوی کے پاس جو بحالت حیض ہوتیں (اور دوسری حدیث میں روزے کے بھی الفاظ ہیں جسے ڈاکٹر شبیر نے آگے تنقید کا نشانہ بنایا ہے) اُٹھتے بیٹھتے تھے اور ہاتھ لگاتے تھے اور پیار بھی کر لیا کرتے تھے (نہ کہ جماع) لہٰذا اب بتائیں یہ کہاں قرآن کے خلاف ہے؟ اگر آپ کہیں کہ اس آیت میں قریب جانے سے منع کیا گیا ہے تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کتنا قریب؟ اگر آپ کی بات تسلیم بھی کر لی جائے تو معنی یہ ہونگے کہ عورت کو ایسی حالت میں اپنے گھروں سے نکال دیا جائے۔اس لئے کہ ایک گھر میں رہتے ہوئے قربت لازمی چیز ہے۔کیا آپ ایسا کر سکتے ہیں ہرگز نہیں تو حدیث کو ماننے میں آخر کونسی چیز رکاوٹ بن رہی ہے؟

دراصل قرآن کریم کی جو آیت ہمیں مباشرت سے روکتی ہے وہاں واضح قرینہ موجود ہے کہ مباشرت سے مراد یہاں (جماع) کرنا ہے اور حدیث مبارکہ میں جو لفظ مباشرت وارد ہوئے ہیں وہاں جماع کرنا مقصود نہیں بلکہ ہاتھ سے ہاتھ ملانا ہے کہ

’’عن عائشة قالت: كانت احدانا اذا كانت حئضاً فأرا رسول الله ﷺ أن يباشرها أمرها تنذرها فى فور .....وايكم يملك اربه كما كان النبى ﷺ اربه ؟

امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم میں سے جب کسی کو حیض آتا (یعنی نبی کریم ﷺ کی بیویوں کو) تو اگر اللہ کے نبی ﷺ ہم سے مباشرت کرنے کا ارادہ رکھتے تو ہمیں حکم دیتے کہ اپنے ازار کو کس لیں اور پھر نبی کریم ﷺ ہم سے مباشرت فرماتے تھے اور فرمایا کہ کون ہے تم میں سے اپنے نفس پر قابو رکھنے والا جتنا رسول اللہ ﷺ رکھتے تھے؟ (صحیح بخاری مع فتح کتاب الحیض رقم 302)

رسول اللہ ﷺ مباشرت فرماتے اور حدیث کے سیاق سے واضح ہوتا ہے کہ یہاں مباشرت سے جماع نہیں بوس و کنار ہے کیونکہ آگے الفاظ خود ہی اس پر دلالت کرتے ہیں کہ تم میں سے کون اپنی خواہش پر قابو رکھے جتنا نبی کریم ﷺ رکھتے تھے۔تو معلوم ہوا کہ یہاں سے مراد جماع نہیں بلکہ مباشرت بوس و کنار ہے۔

لہٰذا حدیث کسی بھی طرح قرآن کے خلاف نہیں بلکہ ڈاکٹر صاحب حدیث کے خلاف ہیں۔

بیالیسواں (42) اعتراض:

عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں ہمارے بوسے لیا کرتے تھے اور مباشرت کیا کرتے تھے۔(بخاری کتاب سوم صفحہ:191 (اسلام کے مجرم صفحہ:47)

اس حدیث کا جواب گزشتہ اعتراض پر تفصیل سے گزر چکا ہے۔اب تکرار کی ضرورت نہیں۔

تر الیسواں (43) اعتراض:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب نماز کی اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز کرتا ہے یعنی ہوا خارج کرتا ہوا بھاگتا ہے۔ (اسلام کے مجرم صفحہ:47)

ڈاکٹر شبیر اس حدیث کو ذکر کر کے لکھتے ہیں:

کیا یہ سرکار دو عالم ﷺ کی زبان ہو سکتی ہے۔

ازالہ:۔

قرآن کریم میں شیطان کے لئے یہاں تک الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ (1)

’’یہاں سے نکل جا تو مردود ہے۔‘‘

کیا یہ الفاظ اللہ کے ہو سکتے ہیں؟

قارئین کرام! شیطان انہی الفاظ کے لائق ہے اور یہ صفات اس میں موجود ہیں اس لئے اس کو انہی الفاظ کے ساتھ باور کرا دیا گیا ہے۔لیکن ہمیں نہیں معلوم ڈاکٹر شبیر کی اللہ کے مجرم سے کیا خاص تعلق ہے کہ جس کو متفقہ طور پر دنیا کی ہر زبان میں برا کہا جاتا ہے ڈاکٹر کو اس کے خلاف اللہ کے رسول ﷺ کے الفاظ سے بڑی تکلیف ہو رہی ہے۔اللہ تعالیٰ نے سچ ہی فرمایا ہے کہ:

وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ (2)

1)سورۃ الحجر۔آیت 34 2)سورۃ الزخرف آیت 36

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

"اور جو رحمان کے ذکر (قرآن وحدیث) سے اعراض کرتا ہے،ہم شیطان کو اس کا دوست بنا دیتے ہیں۔"

تو اب لازم ہے کہ دوست کی برائی میں دوست کا دل تو جلے گا۔۔۔۔۔۔

چوالیسواں (44) اعتراض:

عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک بندر کو دیکھا کہ بہت سے بندر اس کے گرد جمع ہو گئے تھے اس نے بندریا کے ساتھ زنا کیا تھا سب بندروں نے سنگسار کیا میں نے بھی ان کے ساتھ اسے سنگسار کیا۔ایک اور حدیث میں یہ بیان بھی ہے کہ وہ بندریا ایک ادھیڑ عمر بندر کے ساتھ لیٹی تھی ایک جوان بندر آیا اور آنکھ مار کر اسے اپنے ساتھ لے گیا پھر انھوں نے زنا کیا۔(بخاری جلد دوم صفحہ:201)

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں کہ جانور پر شرعی قانون؟ (اسلام کے مجرم صفحہ:47)

ازالہ:۔

قارئین کرام!

صحیح بخاری کی یہ روایت کوئی مرفوع حدیث نہیں بلکہ ایک تابعی کا مشاہدہ ہے جو انھوں نے بیان کر دیا

ثانیاً اللہ تعالیٰ نے جب بنی اسرائیل پر عذاب نازل کیا تو ان کی شکل کو مسخ کر کے بندر بنا دیا تھا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ بندر کی حرکات وسکنات بہت حد تک انسانوں سے ملتی جلتی ہیں اگر عمرو بن میمون نے ایک ایسا ہی واقعہ دیکھ کر بیان کر دیا تو اس پر اعتراض کیوں؟ جدید تحقیق اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ کچھ گوریلے بندر ایسے ہوتے ہیں جو بالکل انسانوں کی طرح رہن سہن رکھتے ہیں کھانے، پینے، اٹھنے بیٹھنے اور دیگر معاملات میں ان میں کسی حد تک انسانوں کی سی یکسانیت پائی جاتی ہے۔ بلکہ بعض اوقات تو انسانوں کو دیکھ کر بالکل ہو بہو ان کی بہترین نقالی بھی کرتے ہیں۔تو یہ بعید از عقل نہیں کہ عمر بن میمون کے سامنے اس طرح کا واقعہ پیش آ گیا ہو اور رہی بات جانور پر شرعی قانون؟ تو اس کے متعلق قرآن میں بھی ایک واقعہ مذکور ہے کہ

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَاباً يَّبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ ۚ قَالَ يٰوَيْلَتٰىٓ أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْءَةَ أَخِي ۚ فَأَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِينَ (1)

1)سورۃ المائدہ۔آیت 31

"پھر اللہ نے ایک کوّے کو بھیجا جو زمین کھود رہا تھا تا کہ اسے دکھائے کہ وہ کس طرح اپنے بھائی کی نعش کو چھپائے وہ کہنے لگا: ہائے افسوس! کیا میں ایسا کرنے سے بھی گیا گزرا ہوں کہ اس کوّے کی طرح اپنے بھائی کی لاش کو دفنا دیتا پھر تو وہ اور شرمندہ ہو گیا۔"

مذکورہ آیت میں ایک کوا جو کہ شرعاً مکلّف نہیں مگر اس کے باوجود ایک شخص کو شرعی عمل دکھلا رہا ہے اور وہ شخص اس سے وہ عمل سیکھ رہا ہے۔تو اگر ایک شرعی حد کی مثل بندروں نے کوئی عمل کر دیا تو اعتراض کیوں؟

پینتالیسواں (45) اعتراض:

آفتاب شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔

(بخاری جلد دوم صفحہ:134) (اسلام کے مجرم صفحہ:48)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر نے اس حدیث کے الفاظ کو ظاہری طور پر عقل کی کسوٹی پر پرکھا ہے اس لئے غلط فہمی کا شکار ہو گئے ۔حالانکہ بات صرف اتنی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے سورج کے طلوع ہوتے وقت عبادت کرنے سے منع فرمایا ہے اس لئے کہ سورج کے پجاری اس وقت سورج کی پوجا کرتے ہیں اور شیطان طلوع شمس کے وقت سورج کے بالکل اس طرح سامنے آ جاتا ہے گویا سورج اس کے سینگوں کے درمیان طلوع ہو رہا ہے ڈاکٹر شبیر حدیث کے ظاہری الفاظ سے غلط فہمی کا شکار ہو گئے حالانکہ بعض دینی امور انسان کی عقل وفہم سے بالاتر ہوتے ہیں جن پر یقین کرنے کے لئے ایک مذہبی انسان کو مادی سوچ سے دستبردار ہونا پڑتا ہے۔

مثلاً قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد ہے کہ

حَتّٰىٓ إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْماً ۘ (1)

"یہاں تک کہ وہ سورج ڈوبنے کی جگہ پہنچ گیا اور اسے ایک دلدل کے چشمے میں غروب ہوتا پایا"

یہ آیت عقل، نقل اور سائنس ہر چیز کے خلاف ہے ایک عام آدمی بھی جانتا ہے کہ سورج اگر ایک جگہ غروب ہوتا ہے تو دوسری جگہ طلوع ہوتا ہے اگر پاکستان میں غروب ہو گیا تو امریکہ میں چمکتا ہوا موجود ہوتا ہے۔ اگر ایک مسلمان کو جو قرآن کی اس آیت کا علم نہیں رکھتا یہ بتایا جائے کہ سورج دلدل میں ڈوبتا ہے تو وہ مذاق اڑائے گا

1)سورۃ الکہف۔آیت: 86

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

اور کہنے والے کی عقلی حالت پر شبہ کرے گا۔مگر ہم کیا کریں قرآن میں اس طرح سے موجود ہے اور ہمارا اس پر ایمان ہے تو اگر صحیح حدیث میں کچھ اسی طرح آ گیا تو اسے اسلام دشمن سازش کہہ کر کیوں رد کر دیا جاتا ہے؟

قارئین کرام! ہمیں چاہیے کہ ہم بحیثیت مسلمان اللہ کے آخری رسول محمد ﷺ کی ہر بات کو من وعن تسلیم کریں کیونکہ یہی ایمان بالغیب ہے بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جو احادیث کو سائنس کی نظر سے دیکھتے ہیں اگر سائنس تسلیم کرے تو وہ آپ ﷺ کی بات کو مانیں گے ورنہ رد کر دیتے ہیں یاد رکھیں سائنس کے نظریات میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں وہ کبھی ایک حالت پر نہیں رہتے لیکن اللہ کا قرآن اور اسکے آخری نبی ﷺ کا فرمان اپنی جگہ اٹل ہے۔

مشہور نومسلم سائنسدان موریس بکائی اپنی مشہور زمانہ کتاب میں رقمطراز ہے:

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: جب سورج غروب ہوتا ہے تو جانتے ہو یہ کہاں جاتا ہے؟ میں نے جواب دیا: اللہ اور اسکے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں فرمایا: یہ جا کر عرش الٰہی کے نیچے سجدہ کرتا ہے اور (طلوع ہونے کی) اجازت طلب کرتا ہے تو اسے اجازت دے دی جاتی ہے قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے گا مگر قبول نہ ہو گا تو اسے کہا جائے گا کہ جہاں سے آئے ہو وہیں لوٹ جاؤ تو وہ مغرب سے طلوع ہو گا۔(1)

اس حدیث کو ڈاکٹر موریس بکائی نے اپنی کتاب میں درج کرنے کے بعد اپنی کم علمی اور ناقص تحقیق کی بنا پر انکار کر دیا لیکن موجودہ سائنس دانوں نے اس حدیث کے اثرات دیکھ لئے ہیں۔آج سائنسدان سیارہ ''مریخ'' پر تحقیق کر رہے ہیں اور اس میں پانی وزندگی کے آثار تلاش کئے جا رہے ہیں کیونکہ مریخ زمین کا پڑوسی سیارہ ہے اور سورج سے بہت فاصلہ پر ہے اس لئے ممکن ہے کہ اس میں بھی زمین کی طرح زندگی وپانی موجود ہو۔چنانچہ سائنسدانوں کو ان کی فلکی حساب وکتاب میں تحقیق ومہارت کی وجہ سے یہ بھی معلوم تھا کہ مریخ اپنے مدار میں گردش کرتا ہوا ایک طویل عرصے بعد 2003ء میں زمین سے قریب ترین ہو گا اس لئے مریخ کی یہ گردش دنیا کی تمام رصد گاہوں کی توجہ کا مرکز بن گئی اس کی ہر حرکت کو نوٹ کیا جانے لگا اور

---

1) "The Bible Quran and Scince" page.244

اسکے قریب ہونے کا انتظار ہونے لگا تا کہ اس کی واضح تصاویر حاصل کی جاسکیں۔جب مریخ قریب ترین ہوا تو اس کے متعلق بہت سی معلومات حاصل کی گئیں۔ان میں ایک سب سے عجیب بات جو سائنسدانوں کو معلوم ہوئی وہ یہ تھی کہ مریخ کی اپنے محور میں مشرقی جانب رفتار کم ہونے لگی یہاں تک کہ 30 جولائی کو مریخ کی حرکت بالکل رک گئی اس نے دوبارہ الٹا گھومنا شروع کر دیا اور 29 ستمبر تک یہی ہوتا رہا۔یعنی 30 جولائی سے 29 ستمبر تک مریخ میں سورج مغرب سے طلوع ہوتا رہا۔سائنسدانوں نے اس حیرت انگیز عمل کا نام (Retrograde Motion) رکھا اور سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ نظام شمسی کے ہر سیارے پر یہ عمل ایک نہ ایک دن ضرور رونما ہو گا چونکہ زمین بھی نظام شمسی کا ایک سیارہ ہے۔اس لئے زمین پر بھی سورج ایک دن مغرب سے ضرور طلوع ہو گا۔(1)

الحمدللہ !

1500 سال قبل ہی نظام شمسی کی اس بہت بڑی تبدیلی کے بارے میں اللہ کے سچے اور آخری نبی ﷺ نے اہل ایمان کو آگاہ فرما دیا تھا جبکہ اس وقت نہ تو سائنس نے اتنی ترقی کی تھی اور نہ ہی جدید وسائل اور رصد گاہیں دستیاب تھیں۔لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اللہ رب العزت کے قرآن اور آپ ﷺ کی صحیح احادیث کو تسلیم کریں یہی ایمان بالغیب کا تقاضا ہے۔

چھیالیسواں (46) اعتراض:

امام طبری کی تاریخ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حرم میں ایک دفعہ نماز ادا کی کفار بھی موجود تھے شیطان نے آپ ﷺ کی زبان سے یہ الفاظ نکلوا دیئے۔یہ بت یعنی لات منات اور عزیٰ محترم ہیں اور ان کی شفاعت مقبول ہے۔(سیرۃ النبی از علامہ شبلی نعمانی جلد اول صفحہ: 146) (اسلام کے مجرم صفحہ: 51)

---

(1) www.space.com

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر کی اس بات سے ہم اتفاق کرتے ہیں کہ یہ واقعی اسلام دشمن گروہ (زنادقہ) کی سازش ہے کہ انھوں نے یہ گھٹیا بات رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کردی۔ اسکا صحیح احادیث سے کوئی تعلق نہیں۔ الحمد للہ جس چیز کو اب آپ پیش کررہے ہیں محدثین کرام اس کو سینکڑوں سال قبل اپنی تحریروں میں رد کر چکے ہیں۔

امام ابن خزیمۃ رحمہ اللہ متوفی 311ھ فرماتے ہیں:

هٰذه القصة من وضع الزنادقه (1)

’’یہ روایت زندیقوں کی گھڑی ہوئی ہے‘‘

قال القاض عیاض : ان الأمة أجمعت فيما طريقة البلاغ انه معصوم فيه من الأخبار عن شئی...(الشفاء للقاضی عیاض)

یعنی یقیناً امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ دین کی تبلیغ میں معصوم ہیں (یعنی آپ ﷺ سے کبھی بھی شریعت میں کوئی غلطی نہیں ہوئی) نہ قصداً، نہ عمداً، نہ سہواً، نہ غلطی سے۔

یعنی وہ روایت جس میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے لات، منات، کی تعریف کی یقیناً یہ جعلی ہے اور آپ ﷺ کی ذات مبارک ایسے الزامات سے پاک ہے۔

کسی بھی جھوٹی روایت کا تعلق صحیح حدیث سے نہیں ہوتا اور اس کو حدیث سمجھنا نبوت پر نقص لگانے کے مترادف ہے۔

مزید برآں:

اس واقعہ کو ڈاکٹر شبیر نے (سیرۃ النبی از شبلی نعمانی) کے حوالہ سے نقل کیا ہے مگر اس کو نقل کرنے میں بھی ڈاکٹر شبیر نے ڈنڈی ماردی۔ روایت تو پوری نقل کردی مگر اس میں علامہ شبلی نعمانی کا تبصرہ حذف کر گئے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(1)فتح القدیر للشوکانی جلد :3صفحہ: 462

’’یہ قصہ ناقابل ذکر ہے اور اکثر کبار محدثین، مثلاً، قاضی عیاض، علاّمہ عینی، حافظ منذری اور علامہ نووی نے اس کو باطل اور موضوع قرار دیا ہے‘‘(1)

کاش ڈاکٹر شبیر اس عبارت کو بھی نقل کردیتے یا خود تحقیق کرلیتے تو اعتراض کی نوبت نہ آتی۔ صد افسوس۔۔۔۔ مگر کسی نے سچ کہا کہ چور چوری سے جائے لیکن ہیرا پھیری سے نہ جائے اور یہاں حقیقت یہی ہے۔

احادیث صحیحہ میں ہے کہ ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے جب سورۃ النجم کی تلاوت فرمائی تو مسلمان مشرکین اور جن وانس سجدے میں گرگئے (صحیح بخاری کتاب التفسیر رقم الحدیث 4862) اور یہ صحیح روایت ان تمام قسم کی داستان گویوں سے پاک وصاف ہے۔

سینتالیسواں (47) اعتراض:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ کے سامنے قسم کھائی کہ اپنی کنیز سے مقاربت نہ کریں گے حضرت حفصہ اپنے گھر میں گئیں تو رسول اللہ ﷺ کو ماریہ کے ساتھ ہمبستر دیکھا اس پر انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کیا (بہت ڈانٹ پلائی)۔ (سیرۃ النبی از شبلی جلد اول صفحہ:321) (اسلام کے مجرم، صفحہ:51,52)

نوٹ:۔ اصل روایت میں لفظ ’’معاتب‘‘ ڈانٹ ہے ڈاکٹر شبیر نے ’’مخاطب‘‘ کردیا۔

ازالہ:۔

قارئین کرام! ڈاکٹر شبیر نے روایت تو نقل کردی مگر اس روایت پر علامہ شبلی نعمانی کا طویل علمی تبصرہ شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے ہمیں کچھ ایسا لگتا ہے کہ ڈاکٹر شبیر ان من گھڑت وضعیف احادیث کا سہارا لے کر عوام الناس کو حدیث رسول اللہ ﷺ سے دور کرنا چاہتے ہیں اور اس امت کو جو پہلے ہی تباہی وگمراہی کے دہانے پر کھڑی ہے اس کے تابوت میں آخری کیل (فتنہ انکار حدیث رسول ﷺ) ٹھونک رہے ہیں شاید یہی وجہ ہے کہ احادیث وروایات نقل کرتے وقت اس کی صحت وضعف پر کیئے گئے علماء ومحدثین کے تبصرے وتنقید کو حذف کردیتے ہیں جو کہ اس روایت پر حق وباطل ہونے پر فیصل ہوتے ہیں یہاں زیر بحث روایت پر کی گئی

(1)سیرۃ النبی ﷺ جلد 1صفحہ 146

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

علامہ شبلی نعمانی کی بھر پور علمی تنقید کو ہم من وعن نقل کر رہے ہیں تا کہ عوام الناس کو ڈاکٹر شبیر کی تلبیسات و علمی خیانت کا بغور اندازہ ہو جائے:

علامہ شبلی نعمانی نے اس بحث پر ''**روایات کاذبة**'' کے نام سے باب باندھا ہے۔

یہ بات اس قدر مسلّم ہے اور خود قرآن مجید میں مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ازواج مطہرات کی خاطر اپنے اوپر کوئی چیز حرام کر لی تھی۔ اختلاف اس میں ہے کہ وہ کیا چیز تھی؟ بہت سی روایتوں میں ہے کہ ماریہ قبطیہ ایک کنیز تھیں جن کو عزیز مصر نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں تحفہ بھیجا تھا۔ ماریہ قبطیہ کی روایت تفصیل کے ساتھ مختلف طریقوں سے بیان کی گئی ہے جس میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا جو راز سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے فاش کر دیا تھا وہ انہی ماریہ قبطیہ کے متعلق تھا اگر چہ یہ روایتیں بالکل موضوع اور ناقابل ذکر ہیں۔ لیکن چونکہ یورپ کے اکثر مؤرخوں نے نبی اکرم ﷺ کے معیار اخلاق پر جو حرف گیری کی ہے (ان کا گل سر سری ہی ہے) اس لئے ان سے تعرض کرنا ضروری ہے۔ ان روایتوں میں واقعہ کی تفصیل سے متعلق اگر چہ نہایت اختلاف ہے لیکن اس قدر سب کا قدر مشترک ہے کہ ماریہ قبطیہ نبی اکرم ﷺ کی موطوءۃ کنیزوں میں تھیں اور نبی اکرم ﷺ نے سیدہ حفصہ کی ناراضی کی وجہ سے ان کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔

حافظ ابن حجر شرح صحیح بخاری تفسیر سورۃ تحریم میں لکھتے ہیں۔

'' ووقع عند سعید بن منصور بإسناد صحیح إلیٰ مسروق قال حلف رسول اللہ ﷺ لحفصة لایقرب أمته ''(1)

''اور سعید بن منصور نے صحیح سند کے ساتھ جو امام مسروق تک منتہی ہوتی ہے یہ روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے سامنے قسم کھائی کہ اپنی کنیز سے مقاربت نہ کریں گے''

اس کے بعد موصوف نے مسند (ہیثم بن کلیب) اور طبرانی سے متعدد روایتیں نقل کی ہیں۔

جن میں سے ایک یہ ہے:

''وللطبرانی من طریق ضحاک عن ابن عباس قال دخلت حفصة بیتها فوجدته یطأ ماریة فعاتبته''(2)

---

(1) فتح الباری جلد 8 صفحہ 837
(2) فتح الباری جلد 8 صفحہ 837

''اور طبرانی نے ضحاک کے سلسلے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر گئیں تو نبی اکرم ﷺ کو سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہمبستر دیکھا اس پر انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو معاتب کیا۔''

ابن سعد اور واقدی نے اس روایت کو مزید بدنما پیرایوں میں نقل کیا ہے ہم ان کو نظر انداز کرتے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام روایتیں محض افترا اور بہتان ہیں۔

علامہ عینی شرح صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ تحریم کی ابتدائی آیات کے شان نزول کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

'' والصحیح انه فی العسل وقال النسائی :وحدث ماریه وتحریمها لم یأت من طریق جیدة''

''اور آیت کی شان نزول کے باب میں صحیح روایت یہ ہے کہ جو شہد کے واقعہ میں ہے نسائی نے کہا کہ ماریہؓ کا یہ واقعہ کسی صحیح طریق سے مروی نہیں ہے۔''

یہ حدیث تفسیر ابن جریر، طبرانی و مسند ہیثم میں مختلف طرق سے مروی ہے ان کتابوں میں عموماً جس قسم کی رطب یا بس (صحیح ضعیف) روایتیں مذکور ہیں اس کے لحاظ سے جب تک ان کی صحت کے متعلق کوئی خاص تصریح نہ ہو لائق التفات نہیں۔ حافظ ابن حجر نے ایک طریقے کی توثیق کی ہے یعنی وہ روایت جس کے اخیر میں مسروق ہے لیکن اولاً تو اس روایت میں ماریہ قبطیہ کا نام مطلق نہیں۔ صرف اس قدر ہے کہ آپ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے سامنے قسم کھائی تھی کہ میں اپنی کنیز کے پاس نہ جاؤں گا اور وہ مجھ پر حرام ہے اس کے علاوہ مسروق تابعی ہیں یعنی نبی اکرم ﷺ کو نہیں دیکھا تھا اس لئے یہ روایت اصول حدیث کی رو سے منقطع ہے۔ یعنی اس کا سلسلہ سند صحابی تک نہیں پہنچتا اس حدیث کے ایک اور طریقہ (سند) کو حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں صحیح کہا ہے لیکن اس طریقے (سند) کے ایک اور راوی عبدالملک رقاشی ہیں جن کی نسبت دار قطنی نے لکھا ہے

'' کثیر الخطاء فی الاسناد والمتون یحدث عن حفظه ''

''سندوں میں اپنے حفظ سے احادیث بیان کرتے تھے حدیث میں بہت خطا کرتے ہیں۔''

علامہ شبلی نعمانی مزید قمطراز ہیں کہ:

امام نوویؒ نے جو ائمہ محدثین میں سے ہیں صاف تصریح کی ہے کہ ماریہ رضی اللہ عنہا کے باب میں کوئی

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

صحیح روایت موجود نہیں۔حافظ ابن حجر اور ابن کثیر نے جن طرق (سند) کو صحیح کہا ہے ان میں سے ایک منقطع اور دوسرا کثیر الخطا ہے۔ان واقعات کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ یہ روایت استناد کے قابل ہے۔

یہ بحث اصول روایت کی بنا پر تھی درایت کا لحاظ کیا جائے تو مطلق کد وکاوش کی حاجت نہیں جو دقیق واقعہ ان روایتوں میں بیان کیا گیا ہے خصوصاً طبری وغیرہ میں جو جزئیات مذکور ہیں وہ ایک معمولی آدمی کی طرف بھی منسوب نہیں کئے جا سکتے نہ کہ اس ذات پاک کی طرف جو تقدس ونزاہت کا پیکر تھے ﷺ (1)۔

قارئین کرام!

یہ وہ تبصرہ اور نقد تھا جو علامہ شبلی نعمانی نے اس روایت پر کیا تھا جس کو ڈاکٹر شبیر نے حذف کرتے ہوئے یہ من گھڑت روایت تحریر کرکے عوام الناس کو دھوکا دینے کی سعی ناتمام کی ہے۔اللہ ہمیں ایسے شر سے محفوظ رکھے۔آمین

ڈاکٹر شبیر نے اسلامی لٹریچر کا عرق ریزی سے مطالعہ نہیں کیا بلکہ لگتا ہے کہ وہ دشمنان اسلام کے ہاتھ لگ گئے ہیں۔اور من گھڑت واقعات اور جھوٹ کو نقل کرکے احادیث رسول ﷺ کے خلاف استعمال کررہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اسلام دشمنوں کی ان سازشوں کو کبھی بھی کامیاب نہیں کرے گا۔

اڑتالیسواں (48) اعتراض:

سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 36 نازل ہونے کے بعد بھی لوگ شراب پیتے رہے۔کھانے کے بعد مغرب کا وقت آ گیا اور حضرت علی نے نماز پڑھائی لیکن نشے کی خمار میں کچھ کا کچھ پڑھ گئے۔

(سیرۃ النبی از شبلی جلد دوم صفحہ:88) (اسلام کے مجرم صفحہ:52)

ازالہ:۔

قارئین کرام!

ڈاکٹر شبیر نے پھر عبارت نقل کرنے میں تساہل سے کام لیا ہے سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 219(یَسْأَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ ط) کو آیت 36 بنا دیا ہے۔

ڈاکٹر شبیر کی نقل کردہ عبارت کی اصل ابوداود میں کچھ اس طرح موجود ہے:

”عن علی بن أبی طالب أن رجلاً من الأنصار دعاه وعبدالرحمان بن عوف

1)سیرۃ النبی ﷺ جلد1 صفحہ 322.321

فسقاهما قبل أن تحرم الخمر فأمهم علی فی المغرب وقرأ:قل یأیها الکٰفرون فخلط فیها فنزلت لا تقربوا الصلوة وأنتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون “(1)

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک شخص نے ان کی اور عبدالرحمان بن عوف کی دعوت کی پس انھوں نے ان دونوں کو شراب پلائی اور یہ بات شراب کی حرمت سے قبل کی ہے علی رضی اللہ عنہ نے انکو مغرب کی نماز پڑھائی”اور قل یاایھا الکافرون“ کی تلاوت کی اور اس کو خلط ملط کر دیا تو قرآن کی آیت نازل ہوگئی ”لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَأَنْتُمْ سُکَارٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ “(نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ جو کہہ رہے ہو اس کو سمجھنے لگو)۔

قارئین کرام!

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی یہ واقعہ شراب کی حرمت سے قبل کا ہے جیسا کہ خود اس روایت میں صراحت ہے اور سورۃ البقرۃ کی آیت: 219 جس کا ذکر ڈاکٹر شبیر نے کیا ہے اس میں بھی شراب قطعی طور پر حرام نہیں ہوئی تھی جیسا کہ ارشاد ہے:

یَسْأَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ ط (2)

”لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کو اس سے دنیاوی فائدہ بھی ہوتا ہے۔“

اس آیت میں کہیں شراب کی حرمت اور اس سے منع کا ذکر نہیں ہے۔یاد رہے کہ اسلام سے قبل اور ابتدائی ایام میں بھی کثرت سے شراب نوشی کی جاتی تھی بلکہ اہل عرب تو اس وجہ سے مشہور بھی تھے۔سورۃ البقرۃ: 219 کے نزول کے بعد بھی اصحاب رسول شراب نوشی فرماتے تھے جس کی بناء پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ سرزد ہو گیا۔پھر اس کے بعد اللہ رب العالمین نے ”لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ“ نازل فرما کر نشے کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع فرما دیا مگر اس روایت سے بھی شراب کو حرام نہیں کیا گیا بلکہ تخصیص کر دی گئی کہ نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھو۔پھر کچھ عرصے بعد مطلق شراب کی حرمت نازل کر دی گئی کہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (3)

(1) أبوداؤد کتاب الأشربة باب فی تحریم الخمر

(2)سورة البقرة۔آیت :219 (3)سورة المائدہ۔آیت :90

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

''اے ایمان والو! بے شک شراب اور جوا اور بت پانسے (یہ سب) گندے شیطانی کام ہیں سو ان سے بچتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔''

اس آیت کے نزول کے بعد مدینے میں پھر منادی کرادی گئی کہ شراب آج سے حرام ہوگئی ہے لہٰذا اس کے بعد صحابہ نے اس سے مکمل اجتناب برتنا شروع کر دیا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں ابوداؤد کتاب الاشربۃ۔

ڈاکٹر شبیر کو یہ غلط فہمی ہوگئی کہ سورۃ البقرۃ کی آیت: 219 میں شراب کی حرمت موجود ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

'' یا أیھا الذین آمنوا لاتقربوا الصلوۃ وأنتم سکری '' ''وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قل فیھما إثم کبیر و منافع للناس ''نسختھا التی فی المائدہ '' إنما الخمر والمیسر والأنصاب ''الایۃ (1)

''یاایھا الذین امنو الاتقربوالصلوۃ اور یسئلونك عن الخمر ان دونوں آیتوں کو سورۃ المائدۃ کی آیت ''انما الخمر والمیسر '' نے منسوخ کر دیا۔

مندرجہ بالا قول صحابی رسول ﷺ سے معلوم ہوا کہ شراب کی اصل حرمت سورۃ المائدۃ کی آیت میں ہوئی نہ کہ البقرۃ میں لہٰذا ڈاکٹر صاحب کی یہ تحقیق بھی صحیح نہیں۔ رہا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قرآن غلط پڑھ جانا تو شراب چیز ہی ایسی ہے کہ اس کو نوش کرنے سے انسان اپنے آپ کو بھول جاتا ہے اسی لئے اس کو عربی میں خمر کہا گیا ہے یعنی عقل کو ڈھانپ لینے والی۔ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی ایک انسان تھے لہٰذا ان سے اس معاملہ میں چوک ہوگئی۔ لیکن جب شراب کو نبی کریم ﷺ نے حرام قرار دیا تو کسی صحابی نے کبھی بھی شراب نوشی نہیں کی کیونکہ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے فرمان پر اپنی جانوں کے نظرانے پیش کر دیئے۔

انچاسواں (49) اعتراض:

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دن خلافت کے جھگڑے کی منظرکشی یوں ہے۔ سعد بن معاذ نے حضرت عمر کی داڑھی پکڑلی۔ عمر نے کہا چھوڑو اگر اس کا ایک بال بھی بیکا ہوا تو تمھارے منہ میں ایک دانت بھی نہیں رہے گا۔

(ام التواریخ اما ابن حزم طبری) (اسلام کے مجرم صفحہ:52)

ازالہ:۔

اولاً: ڈاکٹر شبیر نے اس روایت کو تاریخ طبری سے نقل کیا ہے مگر کتاب کا نام غلط لکھا ہے ''ام التواریخ''

(1)أبوداؤد کتاب الأشربۃ باب فی تحریم الخمر رقم الحدیث 3672

حالانکہ کتاب کا نام ہے ''تاریخ الأمم و الملوک ''المعروف تاریخ طبری۔

ثانیاً: یہ روایت من گھڑت ہے جسکو ڈاکٹر صاحب نے بڑے دھڑلے سے ذکر کر دیا ہے اسنادی حیثیت سے قطع نظر اگر صرف عبارت پر ہی غور کیا جائے تو تاریخ کا ایک عام طالب علم بھی اس کے جھوٹ کو محسوس کرلے گا۔

مذکورہ عبارت میں ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دن سیدنا سعد بن معاذ نے سیدنا عمر کی داڑھی پکڑلی۔ (اسلام کے مجرم صفحہ:52)

حالانکہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تو اللہ کے رسول ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی وفات پا گئے تھے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

''سعد بن معاذ بن النعمان بن امرئ القیس بن زید بن عبدالأشھل .....سید الأوس شھد بدراً باتفاق ورمی بسھم یوم الخندق فعاش بعد ذلک شھراً حتی حکم فی بنی قریظۃ وأجیبت دعوتہ فی ذلک ثم انتقض جرحہ فمات وفی الصحیحین وغیرھما من طرق النبی ﷺ اھتز العرش لموت سعد بن معاذ''(1)

''سعد بن معاذ بن نعمان۔۔۔۔اوس قبیلے کے سردار تھے بالاتفاق بدری صحابی ہیں غزوہ خندق کے دن ان کو تیر لگا تھا اس کے تقریباً ایک مہینے بعد تک زندہ رہے یہاں تک کہ بنوقریظہ کے متعلق فیصلہ کیا اور اس دوران میں ان کی دعا مقبول ہوئی پھر ان کا زخم بہہ پڑا یہاں تک کہ انتقال فرماگئے۔''

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتب میں روایت موجود ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی موت سے عرش لرز گیا۔ لہٰذا وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہی فوت ہوا وہ نبی کریم ﷺ کے انتقال کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کی داڑھی کیسے پکڑ سکتا ہے لہٰذا یہ بات ہی اس مسئلہ کو واضح کرتی ہے کہ یہ روایت قابل قبول نہیں اور اس کا تعلق صحیح حدیث کے ساتھ نہیں کیونکہ تاریخ اور حدیث کے معیارات میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ مثلاً،

(1)الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ صفحہ: 494

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

تاریخ

(1) تاریخ کی بنیاد افواہوں پر رکھی جاتی ہے جنہیں بعد میں قرائن وقیاسات سے ترتیب دے کر تاریخ مرتب کر لی جاتی ہے۔

صحیح حدیث

(1) حدیث کا مواد عینی شاہدوں کے بیانات پر مشتمل ہوتا ہے۔ان شاہدوں میں کچھ ایسے بھی تھے جو سفر وحضر غرض یہ کہ ہر وقت آپ ﷺ کے ساتھ اور آپ کی صحبت میں رہتے تھے۔مثلاً،انس رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ،عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

تاریخ

(2) مؤرخ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ وضاحت کرے کہ اس نے مواد کن ذرائع سے حاصل کیا تا کہ دیکھا جا سکے کہ آیا وہ قابل اعتماد ہیں یا نہیں؟

صحیح حدیث

(2) محدث کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ ان تمام ذرائع اسانید کا ذکر کرے پھر ان ذرائع کا بھی قابل اعتماد ہونا ضروری ہوتا ہے۔

تاریخ

(3) تاریخ لکھنے والے مؤرخ یا ادارے معقول معاوضے پاتے ہیں اور حکومتوں کا اس تاریخ نویسی پر لاکھوں روپیہ خرچ ہوتا ہے۔

صحیح حدیث

(3) مؤرخ کا کچھ لینا تو درکنار بلکہ انہوں نے اپنا تن من دھن سب کچھ اس راستہ پر نثار کر دیا۔

تاریخ

(4) تاریخ کے سلسلے میں غلط نویسی پر کوئی قدغن نہیں ہوتی۔لہٰذا مؤرخ اپنی رائے کے مطابق بات کرنے میں آزاد ہوتا ہے۔

صحیح حدیث

(4) غلط بیانی کی صورت میں جہنم کی وعید کی تلوار ہر وقت سر پر لٹکی رہتی ہے۔لہٰذا پوری حزم واحتیاط اور وثوق سے بات کہتا ہے یا پھر چپ رہتا ہے۔

نوٹ:اس کے علاوہ بھی تاریخ اور حدیث کے فرق کے نکات ہیں لیکن یہاں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔(آئینہ پرویزیت ص636)

غور فرمائیے کہ تاریخ اور صحیح حدیث کے مابین کتنا فرق ہے کہ کسی صحیح حدیث میں جھوٹی بات تو جھوٹی تصور بھی ممکن نہیں کیونکہ صحیح حدیث سے اللہ تعالیٰ کا دین ثابت ہے اور دین جھوٹ،غلطیوں اور افواہوں سے پاک ہے۔

(کاش ڈاکٹر شبیر تھوڑی بہت تحقیق فرما لیتے۔)

پچاسواں(50)اعتراض:

کیا تم کسی جانور کو دیکھتے ہو کہ وہ ناقص الاعضا یعنی بغیر کان آنکھ یا ناک یا بغیر پنجے کے پیدا ہوا ہو(یعنی ایسا کبھی نہیں ہوتا)۔رسول اللہ ﷺ خلاف حقیقت بات کیسے فرما سکتے ہیں؟ جانور ناقص الاعضا آئے دن پیدا ہوتے ہیں۔ (بخاری شریف جلد اول صفحہ:525) (اسلام کے مجرم صفحہ:55،54)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر نے حسب عادت اس روایت کا جز نقل کیا ہے مکمل روایت سے بات واضح ہو جاتی ہے۔

''أن أباهريرة قال قال رسو ل الله ﷺ مامن مولود إلا يولد على الفطرة فأبواه يهودانه أو ينصرانه أويمجسانه كما تنتج البهيمة بهيمة جمعاء هل تُحِسُّون فيها من جدعاء ؟ ثم يقول أبو هريرة (فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِی فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِکَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ '' (1)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جتنے بچے پیدا ہوتے ہیں وہ اپنی فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتے ہیں پھر ان کے ماں

---

1)صحیح بخاری کتاب الجنائز باب إذا اسلم الصبی بذات هل یصلی علیه رقم الحدیث 1359

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

باپ ان کو یہودی، عیسائی یا پارسی بنادیتے ہیں جیسے چوپایہ جانور پورے جسم کا ہوتا ہے کہیں تم نے کان کٹا بھی پیدا ہوتے دیکھا ہے یہ حدیث بیان کرنے کے بعد ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی 'اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اس فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں (اس لئے کہ) یہی سیدھا راستہ ہے'۔''

قارئین کرام! اس صحیح حدیث میں جو وضاحت ملتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر بچے کو دین اسلام پر پیدا فرماتا ہے یعنی وہ پیدائشی یہودی عیسائی پارسی نہیں ہوتا بلکہ دین فطرت پر ہوتا ہے بعد میں اس کے والدین اس کو غیر مسلم بنادیتے ہیں یہی اس حدیث رسول اللہ ﷺ کا منشا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے جو مثال بیان فرمائی کہ (جیسے یہ جانور سالم ہوتا ہے کہیں تم نے کان کٹا بھی پیدا ہوتے دیکھا ہے) یہ مثال بھی عین فطرت حقیقت ہے یعنی: ''کیا کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ جانور کا بچہ ایسا پیدا ہوا ہو کہ اس کا کان کٹا ہوا ہو اور اس کی جگہ ناک لگی ہو یا سینگ لگا ہوا ہو یقیناً ایسا نہیں ہوا (جانوروں کے کان وغیرہ مشرکین کاٹا کرتے تھے اور ان میں سوراخ کردیتے تھے اور انھیں بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔ وغیرہ) تو ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ انسان کا بچہ یہودی، عیسائی اور مجوسی پیدا ہو وہ تو مسلم پیدا ہوتا ہے اور اس آیت کا مفہوم بھی یہی ہے کہ اللہ نے لوگوں کو فطرت (اسلام) پر پیدا فرمایا اور اس فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں۔

قرآن وسنت کے مطابق فطرت کا صحیح مفہوم

ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ اہل سنت کے ہاں فطرت کے مثبت تصور کو اجاگر کیا جائے اور اس بات کو واضح کیا جائے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں فطرت کی حقیقت کیا ہے؟۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''**فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا** ''(سورۃ الروم:30)

''(تم لازم پکڑو) اللہ کی فطرت کو، کہ جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے''۔

اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے:

''**فان أبا هريرة كان يحدث قال رسول الله ﷺ ما من مولود الا يولد على الفطرة فأبواه يهودانه وينصرانه أو يمجسانه كما تنتج البهيمة بهيمة جمعاء هل تحسون فيها من جدعاء ثم يقول أبو هريرة فطرة الله التى فطر الناس عليها لاتبديل لخلق الله ذلک الدين القيم (صحيح بخارى ، كتاب الجنائز ، باب أسلم الصبى فمات هل يصلى عليه)**

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ہر نیا پیدا ہونے والا بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پس اس کے والدین اس کو یہودی اور عیسائی بنادیتے ہیں یا مجوسی بنادیتے ہیں جیسا کہ جانور اپنے بچے کو صحیح سالم اعضاء والا جنم دیتا ہے کیا تم جانوروں کے نومولود بچوں میں کٹے ہوئے اعضاء والا کوئی بچہ دیکھتے ہو۔ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قرآن کی اس آیت مبارکہ کی تلاوت کرتے ہیں: ''**فطرة الله التى فطر الناس عليها** ''(یعنی تم لازم پکڑو) اللہ کی فطرت کو' کہ جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔

اس سے ملتی جلتی روایت مختلف اسناد کے ساتھ صحیح مسلم ، سنن ترمذی ، سنن ابی داؤد ، مسند احمد ، السنن الکبری للنسائی ، مصنف عبدالرزاق ، الابانة الکبری لابن بطة ، المعجم الکبیر للطبرانی ، السنن الکبری للبیهقی ، شعب الایمان للبیهقی ، مسند أبی یعلی الموصلی ، مسند حمیدی ، صحیح ابن حبان ، مسند الطیالسی ، مشکل الآثار للطحاوی وغیرهم میں بھی موجود ہے۔

آپ کی ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

''**عن جابر بن عبدالله قال قال رسول الله كل مولود يولد على الفطرة حتى يعرب عنه لسانه فاذا أعرب عنه لسانه اما شاكرا واما كفورا** ''(مسند احمد:14277)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر نیا پیدا ہونے والا بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کی زبان فصیح ہوجائے پس جب اس کی زبان واضح ہوجاتی ہے تو پھر وہ یا تو شکر گزار ہوتا ہے یا پھر ناشکرا ہوتا ہے۔

یہ روایت مجمع الزوائد للهیثمی ، المعجم الکبیر للطبرانی ، الجامع الکبیر للسیوطی ، مشکل الآثار للطحاوی ، الابانة الکبری لابن بطة اور مصنف عبدالرزاق میں بھی موجود ہے ۔ امام هیثمی رحمه الله نے اس حدیث کے تمام راویوں کو ثقه کہا ہے ۔ جبکہ علامہ البانی

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

رحمہ اللہ نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔

آپ ﷺ کی ایک روایت کے الفاظ ہیں:

عن عياض بن حمار المجاشعي أن رسول الله ﷺ قال ذات يوم فى خطبة ألا ان ربى أمرنى أن أعلمكم ماجهلتم مما علمنى يومى هذا كل مال نحلته عبدا حلال وانى خلقت عبادى حنفاء كلهم وانهم أنتهم الشياطين فاجتالتهم عن دينهم وحرمت عليهم ماأحلت وأمرتهم أن يشركوا بى مالم أنزل به سلطانا (صحيح مسلم ، كتاب الجنة وصفة نعيمها ، باب الصفات التى يعرف بهافى الدنيا أهل الجنة وأهل النار)

سیدنا عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک دن خطبہ دیا کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ آج اس نے مجھے جو باتیں بتلائی ہیں میں تمہیں بھی وہ بتلاؤں کیونکہ تم ان باتوں سے بے خبر ہو۔ ہر مال جو کہ میں اپنے کسی بندہ کو عطا کیا ہے وہ اس کے لئے حلال ہے اور بے شک میں نے اپنے بندوں کو پیدا کیا اور اس حال میں کہ وہ سب کے سب یکسو تھے اور پھر ان کے پاس شیاطین آئے جنہوں نے ان کو ان کے دین سے گمراہ کر دیا اور شیاطین نے ان پر اس چیز کو حرام کر دیا جس کو میں نے حلال کیا تھا اور انہوں نے میرے بندوں کو حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ شریک ٹھہرائیں کہ جس کی کوئی بھی دلیل نازل نہیں کی گئی۔

یہ حدیث مختلف اسناد کے ساتھ مسند أحمد ، السنن الكبرى للبيهقى ، صحيح ابن حبان ، المعجم الكبير للطبرانى ، مسند الطيالسى ، اور مشكل الآثار للطحاوى میں بھی ہے۔

قرآن کی آیت مبارکہ ''**فطرة الله التى فطر الناس عليها**'' اور حدیث رسول ''**كل مولود يولد على الفطرة**'' اور لغت عرب سے معلوم ہوتا ہے کہ فطرت سے مراد وہ پہلی ہیئت ہے اور حالت پیدائش ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کو پیدا کیا ہو۔ ابن درید الأزدی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

والفطر مصدر فطرالله عزوجل الخلق يفطره ويفطره فطرا اذا أنشاه وتقدم أعرابيان الى حاكم فى بئر فقال أحدهما أنا فطرتها أى أنشأتها....والفطرة الجبلة التى

فطرالله عليها الخلق (كتاب الجمهرة : باب ر.ط.ف)

'فطر' مصدر ہے جیسا کہ عرب کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا اور ثلاثی مجرد میں اس کا باب 'ضرب' اور 'نصر' ہے اور ان دونوں ابواب سے اس کا معنی پہلی مرتبہ کسی چیز کو بنانا ہے۔ دو بدو کسی قاضی کے پاس ایک کنوئیں کا جھگڑا لے گئے تو ان میں سے ایک نے کہا: **أنا فطرتها**' یعنی میں نے اس کنوئیں کو پہلی بار بنایا تھا... اور فطرت سے مراد وہ جبلت ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کو پیدا کیا ہے۔

أبو منصور الازھری رحمہ اللہ متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

والفطرة ابتداء الخلقة ومنه قوله تعالىٰ الحمد لله فاطر السمٰوات والأرض قال ابن عباس كنت ماأدرى مافاطر السمٰوات والأرض حتى احتكم الى أعرابيان فى بئر فقال أحدهما أنا فطرتها أى أنا ابتدأت حفرها وأخبرنى المنذرى عن أبى العباس أنى سمع ابن ال٠عرابى يقول أنا أول من فطر هٰذا(تهذيب اللغة : باب ف.ط.ر)

اور فطرت سے مراد پہلی پیدائشی حالت ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ زمین اور آسمان کو سب سے پہلے بنانے والا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے ''**فاطر السمٰوات والأرض**'' کا معنی سمجھ نہیں آتا تھا یہاں تک کہ دو بدو ایک کنوئیں کا جھگڑا لے کر میرے پاس آئے تو ان میں سے ایک نے کہا: **أنا فطرتها**'' یعنی میں نے اس کو پہلی مرتبہ کھودا ہے۔ اس طرح منذری رحمہ اللہ نے مجھے أبو العباس رحمہ اللہ سے یہ خبر دی ہے کہ انہوں نے ایک بدو کے بیٹے کو سنا وہ کہہ رہا تھا: **أنا أول من فطر هٰذا**'' یعنی میں نے سب سے پہلے اس کام کو کیا ہے۔

ابن فارس رحمہ اللہ متوفی ۳۹۵ھ لکھتے ہیں:

فطر الفاء والطاء والراء أصل صحيح يدل على فتح شئى وابرازه ....والفطرة الخلقة (معجم مقاييس اللغة: باب الفاء والطاء وما يثلثها)

اس کا مادہ فاء طاء اور راء ہے اور یہ اصل صحیح ہے اس کا بنیادی معنی کسی چیز کو کھول دیا اور نمایاں کرنے کے ہیں.....اور فطرت سے مراد پیدائشی ھیت ہے۔

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

ابونصر اسماعیل الجوھری رحمہ اللہ متوفی ۳۹۸ھ لکھتے ہیں:

والفطر الابتداء والاختراع قال ابن عباس كنت مأأدرى مافاطر السمٰوات والأرض حتى أتانى اعرابيان يختصمان فى بئر فقال أحدهما أنا فطرتها أى أنا ابتدأتها (تاج اللغة وصحاح العربية : باب ف.ط.ر)

’فطر‘ سے مراد ابتداء اور ایجاد ہے ۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا : مجھے ’’**فاطر السمٰوات والأرض** ‘‘ کا معنی سمجھ نہیں آتا تھا یہاں تک کہ دو بدو ایک کنوئیں کا جھگڑا میرے پاس لے کر آئے تو ان میں سے ایک نے کہا: **أنا فطرتها** ‘‘یعنی میں نے اس کو پہلی مرتبہ کھودا ہے۔

علامہ زمخشری رحمہ اللہ متوفی ۵۳۸ھ لکھتے ہیں:

فطر الله الخلق وهو فاطر السمٰوات مبتدعها وافتطر الأمر ابتدعه وكل مولود يولد على الفطرة أى على الجبلة القابلة لدين الحق (أساس البلاغة : باب . ف.ط.ر)

’**فطر الله الخلق** ‘ کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا ہے اور وہ ’’‘‘یعنی ان کو پہلی بار بنانے والا ہے اور اباب افتعال سے بھی اس کا معنی یہی ہے اور ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے اس حدیث میں فطرت سے مراد وہ جبلت جو کہ دین حق کو قبول کرتی ہے۔

علامہ ابن اثیر الجزری رحمہ اللہ متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

الفطر الابتداء والاختراع والفطرة الحالة من كالجلسة والركبة والمعنى أنه يولد على نوع من الجبلة والطبع المتهى لقبول الدين (النهاية فى غريب الحديث : باب لفاء مع الطاء)

’فطر‘ سے مراد ابتداء اور ایجاد ہے ۔ اور فطرت کا لفظ ’**جلسة**‘ اور ’رکبة‘ کی طرح حالت کا وزن ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ جو کہ دین کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

ابن منظور الأفریقی رحمہ اللہ متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

وفطر الله الخلق يفطرهم خلقهم وبدأهم والفطرة الابتداء والاختراع وفى

التنزيل الحميد الحمد لله فاطر السمٰوات والأرض قال ابن عباس ماكنت أدرى ما فاطر السمٰوات والأرض حتى أتانى أعرابيان يختصمان فى بئر فقال أحدهما أنا فطرتها أى أنا ابتدات حفرها (لسان العرب : باب ف.ط.ر)

اور ’فطر اللہ الخلق ‘ سے مراد اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا ہے اور ان کو پہلی بار بنایا ہے اور فطرت سے مراد ابتداء ہے اور ایجاد ہے۔ قرآن میں ہے ’’**فاطر السمٰوات والأرض** ‘‘سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے ’**فاطر السمٰوات والأرض** ‘‘ کا معنی سمجھ نہیں آتا تھا یہاں تک کہ دو بدو ایک کنوئیں کا جھگڑا میرے پاس لے کر آئے تو ان میں سے ایک نے کہا: **أنا فطرتها** ‘‘یعنی میں نے اس کو پہلی مرتبہ کھودا ہے۔

علامہ مجدالدین فیروز آبادی رحمہ اللہ متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

وفطره يفطره شقه ....الله الخلق خلقهم وبرأهم الأمر ابتدأه وأنشأه ....والفطرة صدقة الفطر والخلقة التى خلق عليها المولود فى رحم أمه والدين (القاموس المحيط: باب الفطر الشق)

’ **وفطره يفطره ويفطره**، کا معنی پھاڑنا ہے....’فطر اللہ الخلق ‘ کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے، ان کے معاملے کی ابتداء کی ہے اور پہلی مرتبہ یہ کام کیا ہے ....اور فطرت سے مراد صدقہ فطر ہے یا وہ پیدائشی حالت ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے بچے کو ماں کے پیٹ میں پیدا کیا ہے اور اس سے مراد بعض اوقات دین بھی ہوتا ہے۔

علامہ محمد مرتضی الزبیدی رحمہ اللہ متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

وفطر الله الخلق يفطرهم فطرا خلقهم وفى الأساس ابتدعهم ....والفطرة الخلقة (تاج العروس : باب ف.ط.ر)

اور ’فطر اللہ الخلق ‘ کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے۔ اور ’اساس البلاغة‘ میں ہے کہ اس کا معنی پہلی بار بنانا ہے....اور فطرت سے مراد پیدائشی حالت ہے۔

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

امام قرطبی رحمہ اللہ متوفی ۶۷۱ھ لکھتے ہیں:

قالوا والفطرۃ فی کلام العرب البداءۃ والفاطر المبتدی واحتجوا بما روی عن ابن عباس أنه قال لم أكن أدری ما فاطر السمٰوات والأرض حتى أتى أعرابيان يختصمان في بئر فقال أحدهما أنا فطرتها أي أبتدأتها (الجامع لأحكام القرآن: سورة الروم: ۳۰)

اہل علم کا کہنا ہے کہ کلام عرب میں فطرت سے مراد ابتداء ہے اور 'فاطر' کا معنی ابتداء کرنے والا ہے اور اس کی دلیل سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ وہ فرماتے ہیں مجھے ''فاطر السمٰوات والأرض '' کا معنی سمجھ نہیں آتا تھا یہاں تک کہ دو بدو ایک کنوئیں کا جھگڑا میرے پاس لے کر آئے تو ان میں سے ایک نے کہا :أنا فطرتها ''یعنی میں نے اس کو پہلی مرتبہ کھودا ہے۔

قرآن وسنت اور محققین اہل لغت کے قول سے معلوم ہوا کہ فطرت سے مراد وہ ابتدائی تخلیق، پیدائشی حالت اور ھیئت ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے اور فطرت کے اس لغوی مفہوم پر اہل لغت کا اجماع بھی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ فطرت یعنی ابتدائی تخلیق یا ھیئت کیا ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کو پیدا کیا ہے تو اس بارے میں اہل علم کے مختلف اقوال ہیں جن میں تین اقوال جلیل القدر علماء، فقہاء، مفسرین اور محدثین نے اختیار کئے ہیں ہم انہی تین اقوال پر اب مفصل بحث کریں گے جبکہ باقی اقوال شاذ ہیں جن کا تذکرہ ہم آخر میں کریں گے:

پہلا قول:

فطرت سے مراد 'اسلام' ہے۔ یہ قول مجاھد رحمہ اللہ، مقاتل بن حیان رحمہ اللہ، بن زید رحمہ اللہ، امام زھری رحمہ اللہ، امام احمد رحمہ اللہ، امام بخاری رحمہ اللہ، امام بغوی رحمہ اللہ، عزیز بن عبدالسلام رحمہ اللہ، ابن عادل الحنبلی رحمہ اللہ، علامہ مجدالدین فیروز آبادی رحمہ اللہ، امام خازن رحمہ اللہ، امام الثعلبی رحمہ اللہ، علامہ سمرقندی رحمہ اللہ، شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ، عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ، وغیرہ جمہور اہل علم کا قول ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وأشهر الأقوال أن المراد بالفطرة الاسلام ' قال ابن عبدالبر : وهو المعروف عند عامة السلف . وأجمع اهل العلم بالتاويل على أن المراد بقوله تعالىٰ (فطرة الله التى فطر الناس عليها)الاسلام ' واحتجوا بقول أبي هريرة فى آخر حديث الباب: اقرؤا ان شئتم (فطرة الله التى فطر الناس عليها)وبحديث عياض بن حمار عن النبى ﷺ فيما يرويه عن ربه ((انى خلقت عبادى حنفاء كلهم، فاجتالتهم الشياطين عن دينهم))الحديث . وقد رواه غيره فزادفيه ((حنفاء مسلمين)) فتح البارى مع صحيح بخارى ، كتاب الجنائز ، باب ماقيل فى أولاد المشركين)

اور سب سے مشہور قول یہ ہے کہ فطرت سے مراد 'اسلام' ہے۔ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ عام سلف صالحین کا قول ہے ۔ مفسرین کا تقریبا اس بات پر اتفاق ہے کہ آیت مبارکہ ''فطرة الله التى فطر الناس عليها ''میں فطرت سے مراد اسلام ہے اور ان کی دلیل سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا وہ قول ہے جو حدیث (كل مولود يولد على الفطرة) کے آخر میں مذکور ہے۔ وہ قول یہ ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کرنے کے بعد کہا: اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو ''فطرة الله التى فطر الناس عليها ''اسی طرح ان کی دلیل سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی ہے کہ جس میں آپ نے اپنے رب سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے اپنے بندوں کو پیدا کیا اس حال میں کہ وہ سب کے سب یکسو تھے پھر شیطان نے ان کو ان کے دین سے بھٹکا دیا۔ اور بعض روایات میں الفاظ ہیں کہ میں نے ان کو پیدا کیا اس حال میں کہ وہ یکسو اور مسلمان تھے۔

اکثر سلف صالحین نے جو ''فطرة'' کا معنی ''اسلام'' کیا ہے تو اس سے ان کی مراد اصطلاحی اسلام یعنی ''اقرار باللسان وتصديق بالقلب وعمل بالجوارح'' یا بالفعل اسلام یا شریعت اسلامیہ یعنی اس کے فرائض وسنن اور حلال وحرام نہیں ہے کیونکہ اس اسلام کا صدور نومولود سے عقلاً محال ہے۔ معروف مالکی فقیہ ومجتہد امام قرطبی رحمہ اللہ متوفی ۶۷۱ھ 'فطرت الله التى فطر الناس عليها' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ويستحيل أن تكون الفطرة المذكورة الاسلام ' كما قال ابن شهاب ' لأن الاسلام والايمان : قول باللسان واعتقاد بالقلب وعمل بالجوارح ' وهذا معدوم من الطفل ' لايجهل ذٰلك ذوعقل . (الجامع لأحكام القرآن : سورة الروم : ۳۰)

اور یہ محال ہے کہ فطرت مذکورہ سے مراد اسلام ہو جیسا کہ ابن شہاب رحمہ اللہ نے لکھا ہے کیونکہ اسلام اور ایمان زبان سے اقرار' دل کے یقین اور اعضاء سے عمل کرنے کا نام ہے۔ اور اس اسلام کا صدور ایک بچے سے معدوم ہے اور کوئی بھی صاحب عقل اس سے بات سے ناواقف نہیں ہے۔

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

معروف حنبلی عالم اور محدث، ابن بطہ رحمہ اللہ 'کل مولود یولد علی الفطرۃ' کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وما اکثر من عشیت بصیرته عن فهم هٰذا الحديث فتاه وتحير عقله، فضل وأفضل به خلقا كثيرا، وذٰلك انه يتأول الخبر على ما يحتمله عقله من ظاهره، ريظن أن معنى قول النبى ﷺ ان كل مولود يولد على الفطرة، أراد بذلك أن كل مولود يولد مسلما مؤمنا، وانما أبواه يهودانه وينصرانه فمن قال ذلك أو توهمه، فقد أعظم على الله عزوجل فرية، ورد القرآن والسنة وخالف ماعليه المؤمنون من الأمة، وزعم اليهود والنصارىٰ يضلون من هداه الله عزوجل ويشقون من أسعده، ويجعلون من اهل النار من خلقه الله للجنة، ويزعم أن مشيئة اليهود والنصارىٰ والمجوس فى أولادهم كانت أغلب .....والفطرة هاهنا ابتداء الخلق، ولم يعن بالفطرة الاسلام وشرائعه وسننه وفرائضه، ألا تراه يقول (لاتبديل لخلق الله)(الابانة الكبرى: ١٤٦٥)

اور کتنے ہی لوگ ایسے ہیں کہ حدیث 'کل مولود یولد علی الفطرۃ' کو سمجھتے وقت میں ان کی بصیرت ختم ہوگئی ان کے دل بھٹک گئے اور ان کی عقل حیران و پریشان ہے۔ پس وہ خود بھی گمراہ ہوگئے اور انہوں نے بہت سوں کو گمراہ بھی کیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ حدیث کا معنی اپنی عقل کے مطابق صرف اس کے ظاہر کو دیکھتے ہوئے کرتے ہیں اور ان کا گمان ہے کہ 'کل مولود یولد علی الفطرۃ' کا معنی ہے: ہر نومولود بچہ مسلمان اور مومن پیدا کیا جاتا ہے اور پھر اس کے والدین اس کو یہودی یا عیسائی بنادیتے ہیں۔ پس جس کا بھی یہ خیال ہے اس نے اللہ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا ہے اور قرآن وسنت اور اھل ایمان کی مخالفت کی ہے۔ اس قول کے قائلین کا گمان یہ ہے کہ جس کو اللہ نے ہدایت دی تھی اس کو اس کے والدین نے گمراہ کردیا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے سعادت مند بنایا تھا اس کو والدین نے بد بخت بنادیا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے جنت کے لئے پیدا کیا تھا والدین نے اسے جہنمی بنادیا اور ان کا گمان یہ بھی ہے کہ یہود و نصاریٰ کی مشیئت اللہ کی مشیئت پر غالب ہے.... یہاں فطرت سے مراد ابتدائی تخلیق ہے اور اس کا معنی بالفعل اسلام، اس کے احکامات، سنن اور فرائض نہیں ہیں۔ کیا تم غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے (فطرت کے تذکرے کے بعد) فرمایا: اس کی تخلیق (جس فطرت پر اس نے کسی چیز کو پیدا کیا ہے) کو کوئی تبدیل کرنے والا نہیں ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

ليس المراد بقوله "يولد على الفطرة" أنه خرج من بطن أمه يعلم الدين، لأ ن الله يقول (والله أخرجكم من بطن أمهتكم لاتعلمون شيئا). (فتح البارى مع صحيح بخارى، كتاب الجنائز، باب ماقيل فى أولاد المشركين)

اور 'يولد على الفطرة' کا معنی یہ نہیں ہے کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو وہ دین اسلام کو جانتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ نے تم کو ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں نکالا کہ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أما قوله كل مولود يولد على الفطرة فأبواه يهودانه أوينصرانه أو يمجسانه فالصواب أنها فطرة الله التى فطر الناس عليها وهى فطرة الاسلام وهى فطرهم عليها يوم قال ألست بربكم قالوا بلى....ولايلزم من كونهم مولدين على الفطرة أن يكونوا حين الولادة معتدين للاسلام بالفعل فان الله أخرجنا من بطون أمهاتنا لانعلم شيئا (مجموع الفتاوى، امام ابن تيميه، جلد ۴، ص ۲۴۵، ۲۴۷)

اور اس حدیث اور آیت میں فطرت سے مراد 'فطرت اسلام' ہے اور یہ وہی فطرت ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس دن پیدا کیا تھا کہ جس دن اس نے ان سے سوال کیا تھا کہ کیا میں تمہارا رب ہوں؟ تو انہوں نے کہا تھا: ہاں....اور لوگوں کے فطرت پر پیدا ہونے سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ اسلام کے عقیدے پر بالفعل پیدا ہوتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں نکالا کہ ہم کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔

لہٰذا متقدمین سلف صالحین کے اس قول کہ 'ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے' کا یہ معنی بالکل بھی نہیں ہے کہ ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو بالفعل مسلمان ہوتا ہے بلکہ انہوں نے 'فطرۃ' کا معنی اجمالاً ''اسلام'' کیا ہے اس اسلام سے ان کے نزدیک اگر اصطلاحی یا بالفعل اسلام مراد نہیں ہے تو پھر کیا مراد ہے؟ یہ بحث قابل غور ہے تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قول کے قائلین کے مطابق ہر انسان میں پیدائشی طور پر اسلام بالقوۃ موجود ہوتا ہے اور اگر موانع موجود نہ ہوں تو جب یہ انسان بالغ ہوجاتا ہے تو اپنی فطرت سلیمہ کی وجہ سے خارج میں کسی نبی یا رسول کے پیش کردہ دین اسلام کی طرف اپنے نفس میں ایک فطری رجحان اور میلان محسوس کرتا ہے اور اس کی فطرت نبی یا رسول کی دعوت کو حق قرار دیتی ہے۔ اس قول کی مزید تفصیل ہم تیسرے قول میں کریں گے کیونکہ تیسرا قول پہلے قول ہی کی تفصیل ہے۔

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

دوسرا قول:

فطرت سے مراد توحید ربوبیت کی معرفت ہے۔یہ قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے بعض مفسرین مثلاً امام نسفی رحمہ اللہ' امام الطبرسی رحمہ اللہ' امام واحدی رحمہ اللہ' علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ وغیرہ نے بھی اس قول کو اختیار کیا ہے۔ابن بطۃ رحمہ اللہ اور امام اھل السنۃ ابن أبی العز الحنفی رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔اس قول کے قائلین کے مطابق جب انسان پیدا ہوتا ہے تو اس میں پیدائشی طور پر اپنے خالق اور صانع کی معرفت کی قوت موجود ہوتی ہے اور بلوغت کے بعد وہ انسان بغیر کسی وحی یا پیغمبر کی اطلاع کے بھی اس بات تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کا کوئی خالق یا صانع ہے' چاہے وہ اس خالق کو اللہ کہے یا رب کا نام دے یا خدا کہہ کر پکارے یا بھگوان کہے یا God کے نام سے اسے یاد کرے۔حماد بن سلمہ رحمہ اللہ متوفی ۱۶۷ھ' کل مولود یولد علی الفطرۃ' کی شرح میں کہتے ہیں:

قال حماد بن سلمة: على معرفة الله فلست واجدا أحد الا وهو يقربان له صانعا وان سماه بغير اسمه أو عبد غيره. (غريب الحديث ، علامه ابن جوزى ، باب الفاء مع الطاء)

حماد بن سلمہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ"کل مولود یولد علی الفطرۃ "میں فطرت سے مراد اللہ کی معرفت ہے اور میں نے کوئی ایک انسان بھی ایسا نہیں دیکھا ہے جو کسی نہ کسی خالق کا ماننے والا نہ ہو اگر چہ وہ اس کو اس کے ذاتی وصفاتی ناموں کے علاوہ کسی اور نام سے پکارتا ہو یا وہ اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرتا ہو۔

اس قول کے قائلین نے عہد ألست والی آیت"الست بربکم قالوا بلیٰ شھدنا أن تقولوا یوم القیٰمة انا کنا عن هذا غٰفلین "کو بھی اپنے مؤقف کے حق میں دلیل بطور دلیل بیان کیا ہے۔امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ متوفی ۱۵۰ھ'فطرت' کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أخرج ذریۃ آدم صلبہ فجعلھم عقلاء فخاطبھم وأمرھم بالایمان ونھاھم عن الکفر فأقروا لہ بالربوبیۃ فکان ذٰلک منھم ایمانا فھم یولدون علی تلک الفطرۃ ومن کفر بعد ذٰلک فقد بدل وغیر ومن آمن وصدق فقد ثبت علیہ وداوم (الفقہ الأکبر'امام ابو حنیفہ'ص ۶۸'علمی مرکز راولپنڈی)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ کی اولاد کو ان کی پشت سے نکالا اور ان کو صاحب عقل بناتے ہوئے ان

سے خطاب کیا۔انہیں ایمان کا حکم دیا اور کفر سے منع کیا پس تمام انسانوں نے اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا اقرار کیا اور انسانوں کا یہ اقرار ایمان کے اعتبار سے تھا اور وہ انسان پھر اسی فطرت پر پیدا کیے جاتے ہیں اور جس نے اس کے بعد کفر کیا اس نے اپنی فطرت کو بدل دیا اور جو دنیا میں آنے کے بعد بھی ایمان لے آیا اور اس نے رسولوں کی تصدیق کی تو وہ اپنی فطرت پر ثابت قدم رہا اور ڈٹا رہا۔

عقیدے میں احناف کے امام ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

وقال أهل النسة والجماعة ان الفطرة كما قال الله تعالىٰ فطرة الله التى فطر الناس عليها وقال الحمد لله فاطر السمٰوات والأرض الآية أى خالقها وقل النبى ﷺ كل مولود يولد على الفطرة الا أن أبويه يهودانه أوينصرانه أويمجسانه حتى يعرب عنه لسانه اما شاكرا واما بحق واما بباطل لوتک على الخلقة التى ولد عليها لاستدل بها على خالقه الا أن أبويه يهودانه أو ينصرانه أو يمجسانه أى يصيران سببا للتهود والتنصر . شرح الفقه الأكبر ابو منصور ماتريدى ص ۳۸، مجلس دائرة المعارف النظامية ، النهد)

اہل سنت کا مؤقف یہ ہے کہ حدیث"کل مولود یولد علی الفطرۃ "میں فطرت سے مراد وہی ہے جو کہ آیت"فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیها "میں مراد ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان"الحمد لله فاطر السمٰوات والأرض "میں فاطر سے مراد خالق ہے اور اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے مگر اس کے والدین اس کو یہودی عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں یہاں تک کہ اس کی زبان واضح ہو جائے اور وہ شکر کرنے والا بن جائے یا ناشکری کرنے والا ہو جائے۔حق کا راستہ اختیار کر لے یا باطل کے پیچھے چل پڑے۔اگر تو اسے اس کی پیدائشی حالت پر چھوڑ دیا جاتا تو وہ اس سے اپنے خالق کے وجود پر استدلال کر لیتا مگر اس کے والدین اس کو یہودی عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں یعنی وہ اس کے یہودی یا عیسائی بننے کا سبب بن جاتے ہیں۔

ڈاکٹر شبیر نے خواہ مخواہ اپنی کم علمی کی وجہ سے حدیث کو اعتراض کا نشانہ بنایا۔

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

اکیاونواں (51) اعتراض:

فرشتہ ماں کے پیٹ میں ہی تقدیر لکھ لیتا ہے یعنی زندگی موت اور رزق اعمال بد ہونا اور اچھا ہونا۔

(بخاری کتاب الحیض صفحہ:301) (اسلام کے مجرم صفحہ:55)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر کو اعتراض ہے کہ جب سب کچھ لکھا ہوا ہے تو قرآن نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ خود قرآن تقدیر کے مسائل بیان کرتا ہے مثلاً،

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا (1)

''اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی جاندار نہیں مر سکتا۔ مقرر شدہ وقت لکھا ہوا ہے۔''

مزید ارشاد ہوتا ہے:

وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ (2)

''ہم نے ہر چیز کا حساب امام مبین میں رکھا ہوا ہے۔''

اب اس اعتراض کا رخ قرآن کی جانب ہو گیا ہے اور عبارت یہ ہوتی ہے کہ جب سب کچھ لکھا ہوا ہے تو پھر قرآن نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔؟ فافھم

باونواں (52) اعتراض:

رسول اللہ ﷺ کے ایک فرمان کا مطلب یہ ہے کہ دو طرح کے سانپ ایسے ہیں سفید دھاریوں والا دم کٹا کہ وہ انسان کی آنکھوں کو دیکھ کر اسے اندھا کر دیتے ہیں۔

صاحبو! ایسا کوئی سانپ دنیا میں موجود نہیں۔

(امام مسلم حدیث:2223 کتاب الاسلام اور تشریح امام ابن القیم) (اسلام کے مجرم صفحہ:58)

ازالہ:۔

قارئین کرام!

1)سورۃ آل عمران۔آیت:145 2)سورۃ یٰس۔آیت:12

ڈاکٹر شبیر نے نجانے کن معلومات کے بل بوتے پر ایسا عجیب وغریب دعویٰ کیا ہے؟ حالانکہ اس وقت جب حشرات الارض پر تحقیق جاری ہے اور اس کام پر تحقیق کرنے والوں نے بھی ابھی تک کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا کہ دنیا میں موجود تمام جانوروں کے بارے میں معلومات حاصل کر لی گئی ہیں۔ مگر ڈاکٹر شبیر دعویٰ کر رہے ہیں کہ ایسا کوئی سانپ موجود نہیں ہے حالانکہ صرف امریکہ وافریقہ میں سانپوں کی دو سو سے زائد اقسام پائی جاتی ہیں جو مختلف قسم کے عادات واطوار کے مالک (COBRA سانپ کی ایک قسم) انتہائی خطرناک ہے جو دور سے انسان کی آنکھوں پر زہر آلود مواد پھینکتا ہے تو انسان اس کے زہر کی شدت سے اندھا ہو جاتا ہے شاید ڈاکٹر شبیر کو اس بارے میں علم ہوگا۔ اس سانپ کے متعلق مزید معلومات کے لئے ہماری ویب سائٹ دیکھیں۔

قرآن کریم میں بھی اللہ رب العالمین نے ایک جانور کا ذکر کیا ہے:

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ (1)

''اور بات پوری ہونے کا وقت آجائے گا تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا۔''

اب یہاں ایسے جانور کا ذکر موجود ہے کہ جو کلام کرے گا تو کیا اس پر ایسے تبصرے نہیں ہو سکتے کہ صاحبو! ''ایسا کوئی جانور دنیا میں موجود نہیں۔''

اس کا جواب صرف یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے تو یقیناً ہو کر ہی رہے گا اسی طرح اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ سانپ ہے تو وہ یقیناً ہے اور یہی ہمارا ایمان ہے۔

خیر خواہی کے نام پر ترپنواں (53) اعتراض:

امام احمد بن حنبل نے (170/4) میں جابر سے روایت فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کے بیٹے کو ''نکل اللہ کے دشمن میں اللہ کا رسول ہوں'' فرما کر بدروح کو نکال دیا وہ بچہ اچھا ہو گیا۔ اس عورت نے آپ ﷺ کی خدمت میں دو مینڈھے، پنیر اور گھی پیش کیا رسول اللہ ﷺ نے یعلیٰ بن مرۃ

1)سورۃ النمل۔آیت:82

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

سے فرمایا: ایک مینڈھا، پنیر اور گھی لے لو اور ایک مینڈھا اسے واپس کر دو۔

دم کرنا اور قیمت لینا قرآن کے خلاف ہے۔ (ابن ماجہ حدیث نمبر: 3545) (اسلام کے مجرم صفحہ: 59)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر نے اس حدیث کے ذریعے سے مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے کہ ''دم کرنا قرآن کے خلاف ہے'' حالانکہ قرآن مجید میں کہیں بھی ایسا حکم موجود نہیں۔ اور رہی بات قیمت کی تو اس عورت نے قیمت نہیں بلکہ تحفہ پیش کیا تھا جس میں سے بعض تو آپ نے قبول کر لیا اور بعض واپس کر دیا۔ کیونکہ قیمت وہ ہوتی ہے جو پہلے طے کی جائے اور ایسا حدیث میں ذکر موجود نہیں۔

لہٰذا حدیث پر اعتراض غلط ہے۔

چونواں (54) اعتراض:

ابو ہریرہ حدیث کے سب سے زیادہ روایت کرنے والے تھے وہ جب چاہتے، احادیث گھڑ لیا کرتے تھے انھوں نے بے شمار من گھڑت حدیثیں لوگوں تک پہنچائیں۔

(امام بخاری بحوالہ رسالہ البلاغ صفحہ: 3 جون انس برگ) (اسلام کے مجرم صفحہ: 69)

ازالہ:۔

بالآخر ڈاکٹر شبیر نے اپنی صحابہ دشمنی دکھا ہی دی کہ صحابہ ہی اللہ کے نبی ﷺ پر جھوٹ باندھا کرتے تھے اور اس غلیظ و گندی بات کو امام بخاری کے ذمے لگا دیا اور وہ بھی ایک نامعلوم رسالے کے حوالے سے حالانکہ صحیح بخاری میں صرف اتنا ہے:

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ زیادہ روایات بیان کرنے والے تھے۔''

اب اگر کوئی ڈاکٹر شبیر کو اپنے آرگن میں کذاب دجال اور اس جیسے دوسرے القابات سے نوازے اور میں اسے اپنی کتاب میں بغیر تحقیق نقل کر دوں تو کیا یہ بات صحیح ہوگی؟

خطیب بغدادی رحمہ ذکر فرماتے ہیں:

''.........**قال حدثنا عمر بن حبيب قال: حضرت مجلس هارون الرشيد فجرت مسألة فتنازعها الحضور ، وعلت أصواتهم فاحتج بعضهم بحديث يرويه ابوهريرة عن النبى ﷺ فدفع بعضهم الحديث ، وذادت الموافعة والخصام حتى قال قائلون منهم: لايحل هذالحديث عن رسول الله ﷺ فان ابا هريرة متهم فيما يرويه وصرحوا بتكزبيه ، ورايت الرشيد قد نحا نحوهم ، ونصرقولهمفقلت أنا: الحديث صحيح عن رسول الله ﷺ وابوهريرة صحيح الفقل ، صدوق فيما يرويه عن نبى الله وغيره فنظر الى الرشيد نظر مغضب ......**''

(تاریخ بغداد جلد 11 ص 192 رقم 5903، تهذيب الكمال للمزى 4711، تاريخ البخارى الكبير 1987 المنتظم لابن جوزى 126/10)

''میں ہارون رشید کی مجلس میں حاضر ہوا ایک مسئلہ پر گفتگو جاری تھی کہ حاضرین نے اس مسئلے میں اختلاف کیا اور آوازیں بلند ہوئیں ان میں سے بعض لوگوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث سے احتجاج کیا جو وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں بعض ان میں اس حدیث کو مرفوع قرار دیا۔ اور دفاع کرنے والے اور حملہ کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہوگئی۔ یہاں تک کہ بعض کہنے والوں نے کہا کہ یہ حدیث کی روایت (جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے نبی ﷺ سے صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی روایت کے بارے میں متہم تھے اور صراحت کیا ان کے جھوٹا ہونے پر اور میں نے ہارون رشید کو دیکھا کہ وہ تکذیب کرنے والوں کی طرف مائل ہوا اور ان کی بات کی تائید کی۔ تو پس میں نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے رسول اللہ ﷺ سے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرنے میں بالکل صحیح ہیں اور وہ جو کچھ صحابہ وغیرہ سے بیان کرتے ہیں اس میں سچ ہے۔ ہارون رشید نے میری طرف غصے سے دیکھا میں مجلس سے کھڑا ہو کر اپنے گھر کی طرف چلا گیا۔ تھوڑی ہوئی کہ ایک پیغام دینے والا دروازے پر آیا ہے اور میرے پاس وہ آیا اور مجھ سے کہا ہارون رشید کی بات کو قبول گویا کہ آپ مقتول (یعنی ان کی تمام باتیں بغیر حجت کے قبول کر لی) ہوا اور اپنے ساتھ ہنود (یہ ایک خوشبو ہے جو کفن پر لگائی جاتی ہے) اور کفن لے لو میں نے کہا کہ اللہ آپ جانتے ہیں کہ میں

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

نے آپ کے نبی ﷺ کے ساتھی کا دفاع کیا اور مجھے آپ اپنی حفاظت میں لے لیں ہارون رشید کے شر سے پھر مجھے ہارون رشید کے پاس لیجایا گیا اور وہ سونے کی کرسی پر تشریف فرما تھیوہ اپنی آستین اوپر کئے ہوئے تھے اوران کے ہاتھوں میں تلوار تھی اوران کے آگے دستر خوان بھی تھا جب مجھے دیکھا تو مجھ سے کہا اے عمر بن حبیب کوئی ایسا نہیں جس نے میرے سامنے میرا رد کیا ہو اور میری بات کا انکار جسے تم نے انکار کیا عمر بن حبیب نے کہا اے امیر المؤمنین جس کے بارے میں آپ نے یہ کہا اور آپ نے مجھ سے اس چیز پر جو نبی کریم ﷺ لائے اگر آپ کے اصحاب جھوٹے ہیں تو (جان لیجئے) کہ شریعت باطل ہے روزے، مسائل طلاق، نماز، نکاح، سب مردود ہیں جو کہ قابل قبول نہیں ہارون رشید اپنی طرف متوجہ ہوا اور مجھ سے کہا تو نے مجھے زندہ کیا اے عمر اور اللہ تجھے زندہ رکھے (دوبارہ یہ کلمہ کہا) اور مجھے دس ہزار درھم دینے کا حکم دیا۔

پچپنواں (55) اعتراض:

''ابو ہریرہ نے حدیث بیان کی کہ جس نے کہا لا الہ الا اللہ وہ جنت میں ضرور جائے گا (صحیح مسلم)۔ جب عمر نے ابو ہریرہ کو یہ حدیث بیان کرتے سنا تو انھوں نے بڑھ کر ابو ہریرہ کے سینے پر اتنے زور سے مکاّ مارا کہ ابو ہریرہ زمین پر گر پڑے۔''(1) (اسلام کے مجرم صفحہ 70)

ازالہ:۔

قارئینِ کرام! معلوم نہیں ڈاکٹر شبیر کو اس حدیث میں کونسا اعتراض نظر آیا ہے؟ اس حدیث پر کوئی اعتراض ہے ہی نہیں اس لئے مصنف نے بھی اپنی طرف سے کوئی اعتراض نقل نہیں کیا بس حدیث ذکر کر کے خاموشی اختیار کی ہے۔

لیکن میں وضاحت کرتا چلوں کہ اس حدیث پر بہت سے لوگوں نے (جو احادیث کو دین تصور نہیں کرتے) اعتراض کیا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مکاّ کیوں مارا؟ میں پوچھتا ہوں کہ آپ جواب دیجئے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مکاّ کیوں مارا؟

---

1) صحیح مسلم: کتاب الایمان، البلاغ، صفحہ:2

قارئینِ کرام! ڈاکٹر شبیر نے یہاں پر بھی حسب سابق بد دیانتی سے کام لیتے ہوئے حدیث کو ادھورا نقل کیا ہے، حالانکہ صحیح مسلم کی اسی روایت میں مکمل وضاحت موجود ہے کہ ابو ہریرہؓ اللہ کے رسول ﷺ کی زبان سے یہ الفاظ سننے کے بعد لوگوں کو یہ خوشخبری سنانے جا رہے تھے کہ

''جس نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

ابو ہریرہ نبی اکرم ﷺ کی نعلین لیکر لوگوں کو یہ خوشخبری سنانے نکلے تھے کہ راستے میں سیدنا عمر سے ان کی ملاقات ہوئی، انھوں نے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ آپ نے انھیں یہ حدیث سنائی اور ارشاد فرمایا: میں لوگوں کو یہ خوشخبری سنانے جا رہا ہوں۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے سینے پر اپنا ہاتھ مارا، تاکہ وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس واپس جائیں اور بات کی تحقیق ہوجائے۔

دراصل منکرین حدیث کو ہمیشہ سے ہی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دشمنی رہی ہے کیونکہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے کثیر تعداد میں احادیث نقل کرتے تھے۔ محدثین کی صراحت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو 5374 احادیث حفظ تھیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے سیر اعلام النبلاء جلد 3 ص 513)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ شخص تھے جنہوں نے اپنا تن من دھن سب کچھ رسول اللہ ﷺ کی احادیث پر فدا کر دیا اور ہر وقت نبی کریم ﷺ کے ساتھ ساتھ رہتے تاکہ کوئی بھی فرمان نبوت مجھ سے چوک نہ جائے اور باقاعدہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر فرماتے ہیں کہ اے اللہ کے نبی ﷺ میں آپ سے حدیث سنتا ہوں اور بھول جاتا ہوں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ اپنی چادر کو پھیلا جب انہوں نے چادر کو پھیلایا تو آپ نے اپنے ہاتھوں سے معجزہ فرمایا پھر فرمایا کہ ابو ہریرہ چادر کو سمیٹ لے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے چادر کو سمیٹ لیا پھر اس دن کے بعد کوئی حدیث نہ بھولی۔

(بخاری کتاب العلم رقم 119)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لئے خاص کرم تھا کہ انہیں خاص حدیث ہی کے لئے اللہ تعالیٰ نے چنا۔

امام بیہقی اپنی کتاب المدخل میں فرماتے ہیں کہ:

''من حدیث محد بن عمارہ بن حزم انہ قصد فی مجلس فیہ مشیخۃ من

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

الصحابة بضعة عشر رجلاً فجعل او هريرة يحدثهم عن رسول الله ﷺ بالحديث فلايعرفه بعضهم فى راجعون فيه حتى يعرفون ث يحدثهم بالحديث كذالک حتى فعل مراراً فعرفت ان ابا هريرة أحفظ الناس ۔‘‘

یعنی عمار بن حزم فرماتے ہیں کہ وہ مشائخ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بیٹھے تو تقریباً دس کے قریب تھے۔ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو نبی کریم ﷺ کی حدیث بیان کی تو صحابہ اس کو پہچان نہ سکے پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو بتایا تو جان گئے پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی کئی حدیثیں سنائیں پھر جان گئے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ سب سے زیادہ حدیث کے حافظ تھے۔

ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بے شمار من گھڑت احادیث لوگوں تک پہنچائی یہ صرف الزام ہے بلکہ صحابہ کی جماعت نے کبھی بھی کوئی حدیث بغیر تحقیق کے آگے نہیں بڑھائی۔ معجم الکبیر میں موجود ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے فرمایا ہم کبھی بھی ایک دوسرے پر جھوٹ نہیں بولتے۔ یعنی صحابہ سب کے سب عدول ہیں اور سب سے زیادہ احتیاط صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہی احادیث میں کرتے تھے۔ امام خطیب بغدادی نے بڑا زبردست واقعہ اپنی کتاب تاریخ بغداد میں ذکر فرمایا ہے۔ جو مغالطہ اور غلط فہمی ڈاکٹر شبیر کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے یہی حملہ آج سے سینکڑوں سال پہلے شیطان نے کئی لوگوں پر کیا تھا لیکن انہوں نے رجوع کیا تھا اس غلط فہمی سے اب دیکھنا ہے کہ اس واقعہ کے ذکر کے بعد ڈاکٹر صاحب کی ایمان کی کیفیت کیا ہوتی ہے (کیونکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے محبت ایمان کا جزء ہے)۔ اس پورے واقعہ کو دوبارہ پڑھیں صاف ظاہر ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی پوری زندگی ایمان لانے کے بعد حدیث کی خدمت میں لگا دی جب انہوں نے اپنی زندگی حدیث کے دفاع میں لگائی تو اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا دفاع کیا اور ان پر لگائے گئے الزامات اور بہتان کو ملیا میٹ کر دیا۔ لہٰذا اب بھی اگر کوئی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس قسم کے الزامات عائد کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہ سے محبت عین ایمان کی علامت ہے۔

بس یہی وجہ تھی کہ عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں مکا مارا، نہ کہ کسی دشمنی یا ان پر عدم اعتماد کی وجہ سے جیسا کہ

مصنف نے اس حدیث کو پیش کرنے کے بعد خاموشی اختیار کر کے یہ مقصد لوگوں کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔(1)

لہٰذا حدیث پر اعتراض فضولیات پر مبنی ہے۔

چھپنواں (56) اعتراض:

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں:

’’ترمذی میں حدیث بیان ہوئی ہے ،بحوالہ رسول اللہ (ﷺ) اور انس کہ جنت میں مرد کو 100 مردوں کے برابر قوت عطا کی جائے گی، تا کہ وہ زیادہ عورتوں سے جماع کرے۔‘‘

(اسلام کے مجرم، صفحہ:77)

ازالہ:۔

قارئینِ کرام! میرے خیال میں ڈاکٹر شبیر نے اس حدیث کو بھی قرآن کے خلاف ہی سمجھا ہوگا۔ 100 آدمیوں کی طاقت کوئی غیر فطری عمل نہیں، کیونکہ اس کا اشارہ قرآنِ کریم سے بھی ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَكُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ

’’تمھارے لئے جنت میں پاکیزہ (بیویاں) جوڑے ہونگے۔‘‘

قارئین کرام! عربی زبان میں ’’زوج‘‘ کی جمع ’’ازواج‘‘ ہے، یعنی ’’جوڑے‘‘ (بیویاں) اور عربی میں جمع تین سے شروع ہوتی ہے، لیکن اس کی انتہا کوئی نہیں ہوتی۔ اگر مصنف کو اعتراض ہے کہ 100 بیویاں یا ان کی طاقت کیسے ہوسکتی ہے؟ تو وہ اٹکل کی جگہ قرآن سے دلیل پیش کریں کہ یہ ناممکن ہے، وگرنہ حدیث تسلیم کریں۔ لہٰذا یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر مبنی ہے اگر وہ جنتی لوگوں کو سو آدمیوں کے برابر ایک جنتی کو طاقت دیگا تو یہ اللہ تعالیٰ کے لئے بہت آسان ہے ’’**فعال لما يريد**‘‘ لہٰذا اللہ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی قدرت پر شک کرنا گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔ جنت میں کپڑے میلے نہ ہونگے، جنت میں جس چیز کی خواہش ہوگی وہ عطا کر دی جائے گی ہر وہ معاملات ہونگے نہ کسی بشر نے دیکھا ہوگا نہ ہی کسی نے سنا ہوگا اور نہ ہی کسی کے دل میں اس کا خیال تک آیا ہوگا۔ لہٰذا ڈاکٹر صاحب اگر آپ کا دل اور دماغ اس چیز کو قبول نہیں کرتا تو کوئی بات نہیں جنتی

---

1) شرح صحیح مسلم للنووی ،ج:1صفحہ:278

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

لوگوں کو وہ دیا جائے گا جس کا تصور دنیا میں بیٹھ کر انسان نہیں کر سکتا۔

یہ جنت اور غیبی معاملات ہیں جن پر ایمان لانا ہر مسلمان پر ضروری ہے انسان جب اللہ اور اس کے رسول پر ایمانِ کامل لے آتا ہے تو کوئی چیز اس کو شک میں مبتلا نہیں کرتی بلکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی ہر بات کو تسلیم کرتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب یہ تو جنت کی بات ہے اگر آپ دنیا کا مطالعہ کریں تو یہاں بھی آپ کو بڑے عجیب عجیب واقعات ملیں گے آپ کو جنت میں سو آدمیوں کی طاقت پر شک ہے لیکن اسی دنیا کا ایک عجوبہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ عام انسان زیادہ سے زیادہ ایک من وزن اٹھا سکتا ہے اس سے زیادہ اٹھانا اس کے لئے بہت مشقت کا باعث ہے لیکن کینیڈا میں ایک شخص جس کا نام (KEVIN FAST) ہے اس نے (سوفٹ) ٹرک کو جس کا وزن 24,640 kg ہے اس کو اکیلے نے کھینچا (دیکھئے guinness world records 2003)

ڈاکٹر صاحب کیا آپ نے کبھی کسی کو دیکھا ہے اگر نہیں تو اس کو بھی افسانہ کہہ کر رد کر دیں اور اس کے خلاف بھی ایک کتاب شائع کر دیں۔ جب یہ چیزیں دنیا میں ممکن ہیں تو جنت میں ایک مرد کو 100 آدمیوں کی طاقت کیونکر ممکن نہیں اس بات کو بھی ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ آخرت کے معاملات دنیا کی طرح نہیں ہیں لہٰذا آخرت کے معاملات کو دنیا کے معاملات پر قیاس نہیں کرنا چاہئے۔

ستاونواں (57) اعتراض:

"قرآن کی دو آیتیں کھجور کے پتوں پر لکھی ہوئی تھیں...... میری بکری آئی اور انہیں کھا گئی۔"

(روایت عائشہ بخاری صحاح ستہ بخاری تا ابن ماجہ)

اس کے بعد ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں:

"حالانکہ اللہ فرماتا ہے: یہ قرآن میں نے نازل کیا ہے اور میں ہی اس کا محافظ ہوں۔"

(اسلام کے مجرم صفحہ:77)

ازالہ:۔

الحمدللہ مصنف نے خود ہی اس روایت کا جواب دیدیا ہے جب اللہ ہی محافظ ہے تو مصنف کو فکر کرنے

کی کیا ضرورت ہے؟ فکر تو وہاں ہو جہاں اللہ محافظ نہ ہو!

دوسری بات یہ عرض کرتا چلوں کہ آخر یہ کونسی آیات تھیں جن کو بکری کھا گئی؟ یہ آیات رضاعت اور رجم کی تھیں اور ان دونوں آیات کی تلاوت منسوخ ہو چکی تھی، لیکن حکم منسوخ نہیں ہوا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا نَنسَخْ مِنْ ءَايَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ أَوْ مِثْلِهَا ؕ (1)

"جب بھی کسی آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اس جیسی یا اس سے بہتر آیت لے آتے ہیں۔"

معلوم ہوا کہ اللہ کسی آیت کو منسوخ بھی کرتا ہے اور اسے لوگوں کے ذہنوں سے بھلا بھی دیتا ہے۔ یقیناً عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جو صحیفہ موجود تھا وہ منسوخ شدہ تھا، کیونکہ ناسخ نسخہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حفظ تھا۔

لہٰذا اگر بکری نے کھا بھی لیا تو اس میں کوئی حرج نہ تھا اور نہ ہی دین پر کوئی حرج آیا۔ اگر آپ کہیں گے کہ حرج آیا ہے تو آپ اس کی اب دلیل دیں۔

اٹھاونواں (58) اعتراض:

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں:

"رسول اللہ ﷺ نماز پڑھانے تشریف لائے صفیں کھڑی ہو گئیں آپ ﷺ امامت کیلئے کھڑے ہو گئے، یاد آیا کہ جنبی ہیں (بیوی سے مباشرت کے بعد غسل نہیں کیا) آپ ﷺ لوٹ گئے اور غسل کیا۔" (2)

(اسلام کے مجرم صفحہ:79)

قارئینِ کرام! اس صحیح حدیث کے ذکر کرنے کے بعد ڈاکٹر شبیر اپنی سوچ کا اظہار کرتے ہیں کہ

"رسول اللہ (ﷺ) رہبر انسانیت تھے غائب دماغ نہ تھے۔"

ازالہ:۔

قارئینِ کرام! نبی اکرم ﷺ کا کسی چیز میں بھولنا کوئی عیب نہیں، اس لئے کہ قرآنِ کریم ذکر کرتا ہے کہ

---

1) سورۃ البقرہ، آیت:106

2) تفسیر سورۃ نمبر:7 آیت:87 تفہیم القرآن، سید مودودی، بحوالہ: صحیح بخاری: روایت نمبر:264 جلد:1

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (1)

"آپ ﷺ فرما دیجئے کہ میں بھی تمہارے جیسا انسان ہوں۔"

نبی اکرم ﷺ رہبرِ انسانیت یقیناً تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ انسان بھی تھے اور قرآنِ کریم سے یہ بات ثابت بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے بھول واقع ہوسکتی ہے۔ اگر آپ قرآنِ کریم پڑھیں (مگر افسوس کہ ڈاکٹر شبیر کا مطالعہ قرآن پر بھی بہت کمزور ہے) تو قرآنِ کریم فرماتا ہے:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى o اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ط (2)

"ہم آپ کو پڑھائیں گے پھر آپ بھولیں گے نہیں، مگر جو اللہ چاہے۔" (جو اللہ چاہے گا وہ خود ہی بھلا دے گا۔)

قارین کرام! اب غور کریں صحیح بخاری کی اس حدیث پر جس میں نبی اکرم ﷺ غسل کرنا بھول گئے۔ اس میں کتنی بڑی حکمت ہے؟ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

"یقیناً تمھارے لئے نبی اکرم ﷺ کی زندگی بہترین اُسوہ ہے۔"(3)

معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص نماز کیلئے آئے اور اسے یاد آجائے کہ اس پر غسل فرض ہے تو وہ غسل کرنے چلا جائے۔ یہ ہمیں آپ ﷺ کے اُسوہ سے معلوم ہوتا ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو بھلوا کر یہ مسئلہ بتانا چاہا تھا کہ اگر کسی کے ساتھ یہ مسئلہ ہوجائے تو وہ اس کے حل کیلئے نبی اکرم ﷺ کی مبارک سیرت کو دیکھ لے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی ذات بہترین اسوہ ہے۔

لہٰذا حدیث پر اعتراض فضول ہے۔

انسٹھواں (59) اعتراض:

ڈاکٹر رقمطراز ہے:

"آپ ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا کہ "جاؤ اور اس شخص کو قتل کردو"...... وہ کنویں میں نہار رہا تھا حضرت علی نے اس کو باہر نکالا دیکھا کہ اس کا عضو کٹا ہوا تھا۔"(4)

---

(1) سورۃ الکھف، آیت: 110 (2) سورۃ الأعلیٰ، آیت: 6,7

(3) سورۃ الاحزاب، آیت: 21 (4) صحیح مسلم: بحوالہ: سیدنا أنس، باب برأت حرم النبی ﷺ

اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد مصنف لکھتا ہے: "تحقیق کے بغیر سزا، ام ولد پر اتنا بڑا الزام اور پھر مذاق!" (اسلام کے مجرم صفحہ:80)

ازالہ:۔

اس حدیث کو امام مسلم رحمہ اللہ اپنی صحیح میں ذکر فرماتے ہیں

"سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک شخص کو لوگ تہمت لگاتے تھے (یعنی نبی اکرم ﷺ کی ام ولد لونڈی کو) آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جاؤ اس شخص کی گردن ماردو۔ (شاید وہ منافق ہو یا کسی اور وجہ سے قتل کے لائق ہو) سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے، دیکھا کہ وہ ٹھنڈک کیلئے ایک کنویں میں غسل کر رہا ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ باہر نکل، اس نے اپنا ہاتھ علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا، انھوں نے اسے کنویں سے باہر نکالا، دیکھا تو اس کا عضو تناسل کٹا ہوا ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کو مارا، پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ وہ تو مجذوب تھا۔ (یعنی اس کا ذکر کٹا ہوا تھا)"

قارئینِ کرام! اس حدیث کا تعلق سزا اور تحقیق کے ساتھ ہے۔ اس حدیث سے جو باتیں معلوم ہوئی ہیں اس کے نتائج قابلِ غور ہیں:

1- لوگوں نے ام ولد رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی۔

2- اس کا حل بھی اس طرح کرنا تھا کہ لوگوں کی غلط فہمی دور ہوجائے۔

3- قتل کا حکم اس لئے دیا کہ ام ولد پر الزام بہت بڑا لگایا گیا اور اس کی روک تھام کی جائے، تاکہ بعد میں آنے والا کوئی اور ایسی جرأت نہ کرے۔

4- اگر لوگوں کی غیر موجودگی میں قتل کیا جاتا تو لوگوں کی غلط فہمی کا ازالہ کیسے ہوتا؟

5- قتل نہ کرنے میں حکمت یہ تھی، کہ بات واضح ہوجائے کہ یہ صرف بہتان ہی ہے اس لئے کہ وہ شخص نامرد تھا۔

قارئینِ کرام! مندرجہ بالا نکات پر غور کریں، تاکہ اس حدیث کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ اس حدیث کو مکمل پڑھنے کے بعد لوگوں کا ذہن صاف ہوا اور یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ صرف الزام ہی تھا۔

باقی رہا مسئلہ کہ نبی اکرم ﷺ نے قتل کا حکم کیوں دیا؟ تو اس کا جواب کئی طریقوں سے دیا جاسکتا ہے

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

لیکن مختصراً عرض کرتا چلوں کہ وحی کی قسمیں قرآن کے علاوہ بھی ثابت ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ بھی وحی کے ذریعے سے علم دیا گیا ہو۔ جس طرح کہ سورۃ الکہف آیت: 74، میں ذکر ہے کہ

’’چنانچہ وہ دونوں (سیدنا موسیٰ وسیدنا خضر) چل کھڑے ہوئے، حتیٰ کہ ایک بچے کو ملے جسے خضر علیہ السلام نے مار ڈالا‘‘

یعنی خضر علیہ السلام نے ایک بچے کو اللہ کے حکم سے قتل کر دیا اور کوئی ظاہری وجہ قتل سے پہلے نہیں بتائی اور یا اس کی تطبیق ہو کہ قتل کا حکم دیا جائے، تا کہ اس جرم کی سزا، یعنی امہات المؤمنین رضی اللہ عنھن پر الزام کی سزا قتل کرنا ثابت ہو جائے اور لوگوں کے سامنے یہ بات بھی واضح ہو جائے کہ وہ شخص نامرد ہے۔

اس کی ایک اور مثال کچھ ایسے ہے کہ اگر آپ قرآنِ کریم کی تلاوت کریں تو اللہ تعالیٰ سیدنا یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے کہ

فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ (1)

’’پھر انہیں ان کا سامان واسباب ٹھیک ٹھاک کر کے دیدیا تو اپنے بھائی کے اسباب میں پانی کا ایک پیالہ رکھدیا، پھر آواز دینے والے نے پکار کر کہا کہ تم لوگ چور ہو۔‘‘

قارئینِ کرام! غور فرمائیں اس آیتِ مبارکہ پر اور اس کی حکمت پر کہ یوسف علیہ السلام نے خود ہی یہ پیالہ رکھدیا اور پھر اعلان بھی کروادیا کہ تم چور ہو، حالانکہ بتائیے کہ پیالہ رکھنے والے خود یوسف علیہ السلام ہیں اور جن کو چور باور کروایا گیا وہ ان کے اپنے بھائی ہیں۔ اب اگر کوئی اعتراض کرنے والا احادیث کی طرح اس پر بھی

كَذَٰلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ (2)

’’اسی طرح ہم نے یوسف کیلئے تدبیر کی۔‘‘

بالکل اسی طرح اللہ نے اپنے آخری پیغمبر محمد ﷺ کے بارے میں بھی ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ o إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (3)

---

1)سورہ یوسف آیت70

2)سورۃ یوسف آیت:76 3)سورۃ النجم آیت:3،4

اعتراض کرے تو اس کیلئے اللہ کا یہی جواب کافی ہوگا کہ

’’آپ ﷺ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے، بلکہ جو کہتے ہیں اللہ کی وحی سے کہتے ہیں۔‘‘

اس آیت کے بعد اللہ کے رسول ﷺ کی ذات پر کسی بھی قسم کا الزام براہِ راست اللہ تعالیٰ کی ذات پر الزام ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ہر بات اور ہر عمل کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ پر الزام اللہ پر الزام ہے۔

اگر آپ ﷺ نے اس قتل کی حقیقت سے پردہ نہیں اٹھایا تو ہمیں اس پردے میں جھانک کر آپ ﷺ کی نبوت پر شک کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی یہ دنیا کا پہلا یا انوکھا واقعہ تھا کہ اس کو اپنی ناقص عقل کی آزمائش کیلئے مشقِ ستم بنایا جائے۔

خضر وموسیٰ علیہما السلام کے واقعے میں بھی یہی ’’بے گناہ‘‘ قتل موجود ہے، فرق صرف یہ ہے کہ وہاں موسیٰ علیہ السلام کے سوال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس راز سے پردہ اٹھادیا۔ مگر اصحابِ محمد ﷺ میں سے کسی کو اتنی جرأت نہ تھی کہ وہ آپ ﷺ سے کسی عمل کے بارے میں سوال کریں، اسلئے کہ وہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ کا کوئی کام اپنی مرضی اور منشا سے نہیں ہوتا، بلکہ اللہ کے حکم ہی سے ہوتا ہے۔ ہمیں اس معاملے میں صرف ایمان لانے کا حکم ہے اور ہم اللہ کے حکم کے پابند ہیں۔

لہٰذا حدیث اعتراض سے پاک ہے اور جہاں تک مصنف کی بات ہے تو ان کا مسئلہ کچھ ایسا ہے کہ ان کو آج تک Spitting Snake (کوبرا کی ایک انتہائی خطرناک قسم) نہیں ملا تو انھیں حدیث کی حکمت کیسے مل سکتی ہے؟؟

وما علینا إلا البلاغ المبین.

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

بسم الله الرحمان الرحيم

اس کتاب سے احادیث پر رجوع کرنے والے حضرات

السلام علیکم!

میرا نام محمد آصف سعید ہے تعلیم B.com ہے اور ٹیکسٹائیل کی فیلڈ سے وابستہ ہوں اور تھوڑا بہت قرآن وحدیث کا مطالعہ بھی ہے۔

تقریباً سال بھر پہلے ڈاکٹر شبیر احمد کی کتاب ''اسلام کے مجرم'' پڑھنے کا اتفاق ہوا موصوف نے کتاب میں ایسی زبان استعمال کی ہے کہ پڑھنے والے کو لگتا ہے کہ یہ شخص واقعی میں ایک محقق اور امت کا درد رکھنے والا مخلص آدمی ہے۔ موصوف نے انتہائی ہوشیاری کے ساتھ کتاب کے شروع میں موضوع روایات اور صوفیانہ بدعقیدگیوں پر مبنی کتب کے حوالہ جات نقل کر کے اپنی دانست میں بڑا کمال کیا ہے لیکن جیسے جیسے کتاب آگے پڑھتے جائیں تو وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن وحدیث کے علم سے نوازا ہے وہ با آسانی سمجھ سکتے ہیں کہ اصل میں اس کتاب کا مقصد نبی پاک ﷺ کی صحیح احادیث پر (CRITYSIZ) کرنا اور آپ ﷺ کی احادیث میں شکوک وشبہات پیدا کر کے انکا سرے سے ہی رد کرنا ہے۔

میں نے صحیح بخاری وصحیح مسلم کا مطالعہ کر رکھا تھا لیکن اس کے باوجود یہ کتاب پڑھ کر میرے ذہن میں کہیں نہ کہیں کچھ نہ کچھ شکوک اور سوالات ضرور پیدا ہوئے کیونکہ اپنی دنیاوی مصروفیات کے سبب میں جید علماء کرام کی صحبت سے زیادہ فیض یاب نہ ہو سکا تھا اور علم حدیث سے واقفیت صرف حدیث پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنے کی حد تک تھی۔

لہٰذا اب میں سوچتا ہوں تو خیال آتا ہے کہ اس قسم کی کتابیں ہمارے ان نوجوان دوستوں کو تو بہت جلد حدیث سے متنفر کر دیتی ہونگی جو تعلیم یافتہ تو ہیں پر دین کا زیادہ علم نہیں رکھتے۔

الحمدللہ رب تعالیٰ کا لاکھ لاکھ کرم واحسان ہے کہ جس طرح دین اسلام کی سچی اور پاکیزہ تعلیمات پر طعن وتشنیع کرنے والے ڈاکٹر شبیر احمد جیسے لوگ ہیں تو وہیں اللہ تعالیٰ نے شیخ محمد حسین میمن جیسے محافظ دین بھی

کھڑے کر رکھے ہیں۔

اس کتاب (اسلام کے مجرم) کے پڑھنے کے بعد میں کافی پریشان سا ہو گیا تھا کہ کہاں جاؤں کس سے اپنی (CONFUSION) دور کراؤں زندگی اتنی مصروف ہے کہ اپنے لئے بھی ٹائم نکالنا مشکل لگتا ہے اتنے میں مجھے کسی نے بتایا کہ اس کتاب کا جواب ''اسلام کے مجرم کون؟'' کے عنوان سے لکھا جا چکا ہے میں نے وہ کتاب لی اور جوں جوں اسے پڑھتا گیا میری ساری الجھنیں اور (CONFUSION) دور ہوتی چلی گئیں اور جو سوالات اور شبہات ذہن میں اٹھتے تھے الحمدللہ سب کا ازالہ ہو گیا اور اب میں رجوع کرتا ہوں۔

اور اس کتاب کے مصنف جناب محمد حسین میمن صاحب کے لئے دل سے دعائیں نکلیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور انہیں اور زیادہ ہمت واستقامت عطا فرمائے تا کہ وہ ایسے ہی دین کی خدمت کرتے رہیں۔

(آمین)

السلام علیکم!

میرا نام زاہد نصیر ہے گریجویٹ ہوں اور میری JOB ایسی ہے کہ سال میں 6 مہینے دبئی اور شارجہ میں رہتا ہوں، آج کل یہیں ہوں میرے دوست محمد آصف سعید نے مجھے کتاب ''اسلام کے مجرم کون؟'' گفٹ کی اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ میری زندگی کے بہترین تحائف میں سے تھا اتنی بہترین تصنیف پر بلاشبہ اس کے مصنف محمد حسین میمن مبارکباد اور دعاؤں کے مستحق ہیں اس کتاب میں انہوں نے نبی کریم ﷺ کی احادیث پر نقطہ چینی کرنے والے بے دین ڈاکٹر کے اعتراضات کا قرآن، حدیث، ماڈرن سائنس، جنرل نالج اور عقلی دلائل سے ہر جگہ ریفرنس کے ساتھ زبردست جوابات دیئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ محمد حسین میمن صاحب کو طویل عمری اور صحت کاملہ عطا فرمائے اور ان کے راستے کی مشکلات دور فرمائے۔ (آمین)

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

السلام علیکم!

میرا نام محمد ساجد ہے ایک گارمنٹس فیکٹری میں (CONTRACTOR) ہوں میں نے ''اسلام کے مجرم کون؟'' پڑھی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے اپنے دین کے سب سے اہم ستون یعنی حضور پاک ﷺ کی احادیث مبارکہ سے محبت اور ان پر ایمان واستقامت کو اور زیادہ بڑھانے والی اس کتاب سے مستفیض فرمایا، محمد حسین میمن صاحب نے اتنے عمدہ طریقے سے دفاع حدیث کا فریضہ سرانجام دیا ہے جو واقعی قابل قدر اور قابل ستائش ہے انکا علم، ریسرچ، اور انداز بیاں لاجواب ہے، میری دعا ہے کہ ان کا قلم دن دونی رات چوگنی ترقی کرے اور ایسے ہی منکرین حدیث کو منہ توڑ جوابات سے نوازتے رہیں۔ (آمین)

السلام علیکم!

میرا نام فیصل خان ہے تعلیمی قابلیت MSC ہے مذہبی گھرانے سے تعلق ہے لہٰذا قرآن وسنت کی بنیادی تعلیم وتربیت پر بھی والدین نے کافی دھیان دیا جس کی بدولت بڑے ہونے کے بعد مذہب کے حوالے سے تحقیقی رجحان بھی آ گیا، ''اسلام کے مجرم'' نامی کتاب ایک دوست کے گھر گیا تو اتفاقاً تھوڑی بہت پڑھ لی اور پڑھ کر حیرت ہوئی کہ ایسے لوگ بھی ہیں کہ جو صحیح بخاری ومسلم کی احادیث کو رد کر کے ان پر جرح کرنے کی جسارت رکھتے ہیں، اب اسے میری کم علمی ہی کہیے کہ میں اس فتنہ منکرین حدیث سے ناواقف تھا میرے کو ایک صاحب محمد آصف بھائی نے نا صرف مجھے ان کے بارے میں آگاہی دی بلکہ اس کتاب کے جواب میں لکھی جانے والی محمد حسین میمن صاحب کی شاندار تصنیف ''اسلام کے مجرم کون؟'' بھی پڑھنے کو دی تو اسے پڑھ کر نہ صرف اللہ رب العزت کا شکر ادا کیا بلکہ ایک فخریہ اولین بھی حاصل ہوئی یہ سوچ کر کہ ابھی بھی امت محمدیہ میں کفار کی لفاظی اور گستاخ رسول کا جواب دینے والے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر انکا طرز اپنانے والے محمد حسین میمن جیسے دفاع رسالت کرنے والے مجاہد اسلام بھی موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

السلام علیکم!

میرا نام رفیق احمد ہے گریجویٹ ہوں اور اپنا ذاتی الیکٹریشن کا بزنس ہے آپ کی نظر میں جتنی بھی کتابیں حدیث کے خلاف یا اس کے رد میں لکھی گئی ہیں میں نے وہ سب پڑھی ہیں لیکن کبھی بھی دفاع حدیث پر ایسی جامع کتاب نہیں پڑھی تھی جیسے کہ آپ کی کتاب ''اسلام کے مجرم کون؟'' میں نے اسلام کے مجرم، میراث بابل ونینوا، شمع حقیقت وغیرہ سب پڑھی ہیں۔ اور ان کتابوں اور ان کے مصنفین سے متاثر ہو کر پوری طرح ان سے متفق تھا۔ آپ نے جو اسلام کے مجرم کون؟ میں قرآن اور میڈیکل سائنس کے ساتھ عقلی دلائل سے بات کی ہے اس سے میری سوچ میں تھوڑی تبدیلی تو آئی ہے پر اتنی نہیں کہ میں اہل حدیث ہو جاؤں (محترم بھائی ہم آپ کے جذبات کی قدر کرتے ہیں اور ہماری دعوت قرآن وحدیث کی طرف ہے اور یہی منہج صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی ہے) ابھی میں آپ کی اور تصانیف کا بھی مطالعہ کرونگا جو مجھے ملیں گی اور کوشش کرونگا کہ آصف بھائی کے ساتھ آپ کا کوئی ایک آدھ لیکچر تو ضرور اٹینڈ کروں۔

والسلام

www.wkrf.net (Tafafuz-e-Hadees Foundation)

مراجع مصادر

نام کتاب	مصنّف	مطبع
1)القرآن		
2)اعلام السنن	امام خطابی	دارالکتب العلمیۃ۔بیروت
3)الاصابۃ	حافظ ابن حجر	بیت الافکار الدوالیۃ
4)المنار المنیف	امام ابن قیم	اعلام الکتب للنشر والتوزیع۔بیروت
5)الوضع فی الحدیث	عبدالماجد الغوری	دار ابن کثیر۔دمشق
6)تہذیب التہذیب	حافظ ابن حجر	مؤسسۃ الرسالۃ۔بیروت
7)تھذیب التھذیب	حافظ ابن حجر	دار الفکر بیروت
8)بائبل مقدس		پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور
9)تفسیر عبدالرزاق	امام عبدالرزاق	دارالکتب العلمیۃ۔بیروت
10)تفسیر ابن کثیر	حافظ ابن کثیر	مکتبۃ الرّشد
11)تذکرۃ الموضوعات	امام ابن جوزی	
12)فتح الباری	حافظ ابن حجر	دار السلام ریاض
13)عمدۃ القاری	علامہ عینی حنفی	
14)عون المعبود	علامہ شمس الحق دیانوی	
15)تحفۃ الاحوذی	محدث عبدالرحمان مبارکپوری	
16)عارضۃ الاحوذی	علامہ ابن العربی	
17)سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ	علامہ ناصر الدین البانی	
18)النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر	امام ابن اثیر	
19)لسان العرب	امام ابن منظور	
20)موطا امام مالک	امام مالک بن انس	

نام کتاب	مصنّف
21)المفصل فی التاریخ قبل الاسلام	ڈاکٹر جواد علی
22)کتاب الضعفاء للعقیلی	علامہ عقیلی
23)علاج نبوی اور جدید سائنس	ڈاکٹر خالد غزنوی
24)مسند ابی داؤد الطیالسی	امام ابوداؤد الطیالسی
25)ضعیف ترمذی	علامہ ناصر الدین البانی
26)زاد المعاد	امام ابن قیم
27)الفوائد المجموعۃ	علامہ شوکانی
28)منۃ المنعم	صفی الرحمان مبارکپوری
29)صحیح مسلم مع شرح النووی	امام نووی
30)مسند احمد	امام السنۃ احمد بن حنبل
31)الفتح الربانی	شیخ عبدالرحمان البناء
32)المنجد	
33)طبقات الشافعیہ	تاج الدین السبکی
34)احیاء علوم الدین	ابن الجوزی
35)الکامل فی الضعفاء	ابن عدی
36)صحیح مشکوۃ	شیخ البانی
37)تاریخ ابن عساکر	امام ابن عساکر
38)ضعیف ترمذی	للالبانی
39)تاریخ الکبیر	امام بخاری
40)سنن دارقطنی	امام دارقطنی
41)تذکرۃ الحفاظ	امام ذھبی

نام کتاب	مصنّف
42)سیر اعلام النبلاء	امام ذھبی
43)تاریخ بغداد	خطیب بغدادی
44)تاویل مختلف الحدیث	ابن قتیبة
45)الملل والنحل	
46)الشفاء	قاضی عیاض
47)آئینہ پرویزیت	مولانا عبدالرحمٰن کیلانی
48)سیرت النبی	شبلی نعمانی
49) THE BIBLE QURAN AND SCIENCE	مورس بکائی
50) SHORT PRACTICE OF SURGERY	
51) MERIT STUDENT ENCYCLOPEDIA	
52) A SEARCH IN THE SECRET EGYPT	
53) THE MEDICAL GUIDE	
54) THE GORILA	
55) GUINNESS WORLD RECORD 2003	